اسلامی انقلاب

امام ہدایت

اور

شیعیت

س۔ ح۔ جعفری

اسلامی انقلاب

امام ہدایت اور شیعیت

س۔ ح۔ جعفری

نام کتاب ـــــــ اسلامی انقلاب۔ امام ہدایت اور شیعیت
مصنف ـــــــ س۔ ح۔ جعفری نشیمن۔ برہم پورہ
کاتب ـــــــ شجاع الدین اعظمی
بار اول ـــــــ پانچ سو ۵۰۰
قیمت ـــــــ نو ۹ روپئے
مطبوعہ ـــــــ سرفراز قومی پریس نادان محل روڈ لکھنؤ
ناشر ـــــــ مصنف
زمانہ اشاعت ـــــــ دسمبر ۱۹۸۶ء

باهتمام

ادارۂ اصلاح (کجھوہ) مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ
باغ قاضی لکھنؤ ٣٠٠٦٢٢ یوپی۔ انڈیا

ملنے کا پتہ

س۔ ح۔ جعفری
نشیمن۔ برہم پورہ
مظفرپور (بہار)

فہرست عنوانات و مضامین

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم المرسلین

وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی کتاب ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت۔ کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا موصوف نے اپنی ہی کتابوں سے اتنی غفلت برتی ہے جس کی انتہا نہیں۔ یا اگر ان کی نظر اپنی کتابوں تک پہونچی ہے تو دو باتوں میں ایک ضرور ہے یا تو مولانا نے اپنی ہی کتابوں پر غور نہیں کیا ہے یا عمداً اخفائے حق کے اصول کے پابند ہیں۔ اس وقت جبکہ اتحاد بین المسلمین کی اہم ضرورت ہے۔ قرآن کی ان آیات کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے لا تفسدوا فی الارض۔ الفتنۃ اشد من القتل۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا۔ اور اس سے زیادہ حیرت کی بات ہے کہ مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب کے ایسا عالم اس کتاب کو اتنا باوزن سمجھے کہ اپنا مقدمہ صرف ثواب میں شامل ہونے کے لئے تحریر کرے۔ متضاد تصویریں کا جواب انھیں کے ایک بخاری خاندان کے جید عالم جناب سید شاہد زعیم فاطمی نے بولتی تصویریں لکھ کر دیا ہے۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا ہے کہ محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی رپورٹ برطانیہ نے انگریزی میں شائع کر دی ہے۔ پھر اس کا ترجمہ فارسی میں شائع ہوا اور ہندوستان میں الواعظ لکھنؤ کے صفحات پر قسط وار اردو میں بھی شائع ہو چکا ہے جو یقیناً مولانا محمد منظور نعمانی صاحب اور مولانا سید علی میاں ندوی صاحب کی نظر سے گذر چکا ہوگا۔ لیکن اس پر قلم اٹھانے کی ضرورت نہ ہوئی کہ اس کا تعلق سعودی عرب سے ہے

شاید اس پر پردہ ڈالنے کے لئے عبداللہ ابن سبا کے افسانہ کا سہارا لینا پڑا۔ بہرحال قابل تعریف وتوصیف ہیں جناب الحاج سید ذکی حسن صاحب جعفری اللہ طول عمر عطا فرمائے کہ انھوں نے نہایت سنجیدگی اور متانت سے حقیقت کو واضح کر دیا ہے۔ شیعہ عقیدہ کے متعلق مصر کے مفتی اعظم صاحب کا فتوی جیون الفاظ کے ساتھ اس کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ عبداللہ ابن سبا کا افسانہ۔ تفصیل کے ساتھ اہلسنت کے جید عالم جناب ڈاکٹر طٰہٰ حسینی سابق وزیر تعلیمات حکومت مصر کا تحقیقی بیان معہ ترجمہ اس کتاب میں شامل ہے۔ مولوی عبدالشکور صاحب کاکوروی کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن کے متعلق علماء اہل سنت کے فتاویٰ اس کتاب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ آج سے بہت پہلے شمس العلماء مولانا نواب سید امداد امام صاحب عظیم آبادی نے اصل اسلام کی طاقت کا اندازہ کرتے ہوئے عقیدہ اہلسنت ترک کر کے عقیدہ شیعہ اثنا عشری اختیار کر لیا تھا۔ ان کی کتاب مصائب النواصب۔ مصباح الظلم۔ ضخیم جلدیں ہیں اور مصباح الظلم میں ایک باب ہے کہ میں شیعہ کیوں ہوا۔ مجھے صرف آپ سے کہنا ہے کہ جس طرح سنجیدگی سے یہ کتاب لکھی گئی ہے آپ بھی سنجیدگی سے مطالعہ فرمائیں۔

مولوی محمد منظور نعمانی صاحب جن کا عقیدہ ہی سامراجی عقیدہ ہے کہ پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو۔ ان کے سامنے قرآنی آیت الفتنۃ اشد من القتل کا کیا فائدہ ہوگا۔

حجۃ الاسلام مولانا مفتی سید محمد عباس عفی عنہ

امام جمعہ وجماعت

مظفرپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا رحمۃ للعالمین ابی القاسم محمد وآلہ الطیبین الطاھرین

جناب مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی کتاب "ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت" بڑی گرما گرمی کے ساتھ منظر عام پر آئی۔ مولانا نے پیش لفظ ہی لکھا ہے کہ اس زمانہ میں پروپیگنڈہ غیر معمولی اور موثر طاقت رکھتا ہے۔ کسی غلط سے غلط بات کو حقیقت باور کرا دینے کی اس میں بھرپور صلاحیت ہے۔ میں مولانا موصوف سے اس مسئلہ میں بالکل متفق ہوں۔ آپ بھی غور کر لیجئے کیا مولانا کی کتاب پروپیگنڈہ کی عمدہ مثال نہیں ہے۔ مسلمانوں پر تو اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ سعودی عرب و عراق وغیرہ حکومتوں کی روش غیر اسلامی ہے اور اہلسنت حضرات مولانا نعمانی صاحب کی کتاب کی تردید لکھ رہے ہیں جال ہی میں اے۔ بی صدیقی صاحب نے ایک کتابچہ "ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت" پر ایک نظر لکھی ہے جس کے کچھ حصہ کا اقتباس پیش کر رہا ہوں۔

"مولانا نے نہایت ہوشیاری سے استعمار کی وکالت کی ہے اور بعض شیعہ کتابوں سے اپنے خیال میں دل آزار مواد جمع کیا ہے تاکہ اس کے دو تین فوائد بروقت حاصل ہو جائیں

۱ مسلمانوں میں افتراق وانتشار پیدا ہو اور پرسکون فضا میں اضطراب پیدا ہو۔

۲ برادران اہلسنت ایرانی انقلاب کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائیں اور آزادیٔ فلسطین و نابودیٔ اسرائیل کا نعرہ دب جائے۔ ۳ بعض جذباتی قسم کے شیعہ جواب دینے پر اتر آئیں اور مناظرہ بازی کا بازار گرم ہو جائے اور امام خمینی کا پیغام اتحاد خود بخود خاک میں مل جائے"

(الواعظ جولائی ۸۵ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میری کتاب آپ کے سامنے ہے۔ جب میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی تو صدیقی صاحب کا نمبر ۲ مجھے برابر یاد آتا رہا۔ سوچتا تھا کہ پیغام اتحاد اول ہے کبھی سوچتا تھا کہ اگر اصولی باتوں کا جواب نہ دیا جائے تو شیعہ حضرات یہ سمجھ لیں گے کہ مولانا منظور نعمانی صاحب ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ اس لئے میں نے طے کیا کہ بات کو صاف کر دینا بہتر ہے۔ میری کوششوں کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ مذہب شیعہ ناجی ہے۔ عقیدۂ امامت قرآن اور حدیث رسول کریم سے ثابت ہے اور دور حاضر کے علماء اہل سنت نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ جس طرح حنفی، مالکی، حنبلی اور شافعی مسلک ہیں اسی طرح شیعہ اثنا عشری بھی ایک مسلک ہے۔ ندائے اسلام ماہ دسمبر ۱۹۸۵ء کے پرچہ میں مفتی اعظم مصر اور الازہر یونیورسٹی کے وائس چانسلر مرحوم شیخ محمود شلتوت کے تاریخی فتویٰ کی فوٹو کاپی اور ترجمہ چھپا ہے جو ۱۷ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ کو قاہرہ سے جاری ہوا تھا جس کی نقل پیش خدمت ہے اس فتویٰ کے مطابق مکتب جعفری معروف بہ مذہب امام اثنا عشری ایک ایسا مکتب ہے کہ جس کی پیروی شرعی طور پر اہلسنت مکاتب کی پیروی کے مانند ہے۔

دار التقریب بین المذاهب الاسلامیہ

مکتب شیخ الجامع الازہر

تحل بدار التقریب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفتوی

التی اصدرها السید صاحبها لفضیلۃ الاستاذ الاکبر
الشیخ محمود شلتوت شیخ الجامع الازہر
فی شان جواز التعبد بمذہب الشیعۃ الامامیہ

- - - - - - - - - -

قیل لفضیلتہ :

ان بعض الناس یری انہ یجب علی العلم لکی تقع عباداتہ و معاملاتہ علی وجہ صحیح ان یقلد احد المذاہب الاربعۃ المعروفہ ولیس من بینہا مذہب الشیعۃ المحمدیۃ فہل توافقون فضیلتکم علی ہذا الرای علی الطلاقہ تمنعون تقلید مذہب الشیعہ الامامیۃ الاثنا عشریہ مثلاً ۔

فاجاب فضیلتہ :

۱۔ ان الاسلام لا یوجب علی احد من اتباعہ اتباع مذہب معین بل نقول : ان لکل مسلم الحق فی ان یقلد بادی ذی بدء ای مذہب من المذاہب المنقولۃ نقلاً صحیحا والمدونۃ احکامہا فی کتبہا الخاصۃ ولمن قلد مذہبا من ہذہ المذاہب ان ینتقل الی

ای مذهب کان ۔ ولاحرج علیہ فی شیٔ من ذالک۔

۲ ۔ ان مذهب الجعفریة المعروف بمذهب الشیعة الامامیه الاثناعشریة مذهب یجوز التعبد به شرعاً کسائر مذاهب اهل السنة۔

فینبغی للمسلمین ان یعرفوا ذالک وان یتخلصوا من العصبیة بغیر الحق لمذاهب معینة فما کان دین الله وما کانت شریعته بتابعة لمذهب او مقصورة علی مذهب فالکل مجتهدون مقبولون عند الله تعالیٰ یجوز لمن لیس اهلا للنظر والاجتهاد تقلیدهم والعمل بما یقررونه فی فقههم ولا فرق فی ذالک بین العبادات والمعاملات ؛

محمود شلتوت

السید صاحب السماحة العلامة الجلیل الاستاذ محمد تقی القمی

لجماعة التقریب بین المذاهب الاسلامیة

سلام الله علیکم ورحمته اما بعد فیسرنی ان ابعث الی سماحتکم بصورة موقع علیها با مضائی من الفتوی التی اصدرتها فی شان جواز التعبد بمذهب الشیعة الامامیة راجیا ان تحفظوها فی سجلات دار التقریب بین المذاهب الاسلامیه التی اسهمنا معکم فی تاسیسها ووفقنا الله لتحقیق رسالتها ؛

والسلام علیکم ورحمة الله ؛

شیخ الجامع الازهر
محمود شلتوت

صورة الفتوی بتاریخ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ) من القاهرہ

(فتوای تاریخی پیشوای اعظم تسنن (درمورد جواز پیروی از مذهب شیعه)

مصر کے مفتی اعظم کا فتویٰ

مفتی اعظم مصر اور الازہر یونیورسٹی کے وائس چانسلر مرحوم شیخ محمود شلتوت کا تاریخی فتویٰ جو ۱۷ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ کو قاہرہ سے جاری ہوا تھا۔

وائس چانسلر آفس الازہر یونیورسٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مذہب شیعہ امامی کی پیروی کے جائز ہونے کے سلسلے میں وائس چانسلر الازہر یونیورسٹی شیخ محمود شلتوت کا فتویٰ۔

جناب والا سے کہا گیا: بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ ہر مسلمان کو اپنی عبادات اور معاملات کے صحیح انجام پانے کے لیے چار مشہور مکاتب میں سے کسی ایک کی پیروی کرنی چاہیئے اور ان چہارگانہ مکاتب میں مکتب شیعہ امامی اور شیعہ زیدی کا کوئی ذکر نہیں ہوا ہے کیا جناب عالی اس نظریے سے مکمل طور پر متفق ہیں کہ مثلاً امامیہ اثنا عشری مکتب کی پیروی دین کے خلاف نہیں ہے؟

جناب والا نے جواب دیا: ۱ مذہب اسلام نے اپنے کسی بھی پیروکار کو کسی معینہ مکتب کی پیروی کا پابند نہیں کیا بلکہ ہر مسلمان کسی بھی مکتب کی جو صحیح طور پر نقل ہوا ہو اور اس کے احکامات اس کی خاص کتابوں میں تدوین کیے گئے ہوں، پیروی کر سکتا ہے اور جو شخص ان چہارگانہ مکاتب میں سے کسی ایک کا مقلد ہو کسی بھی مکتب میں منتقل ہو سکتا ہے۔

مکتب جعفری معروف بہ مذہب امامی اثنا عشری ایک ایسا مکتب ہے کہ جس کی پیروی شرعی طور پر اہل سنت مکاتب کی پیروی کے مانند جائز ہے۔

رضی اللہ عنہ قال التی تسمون
سورۃ التوبۃ ھی سورۃ العذاب
واللہ ما ترکت احداً الا
نالت منہ ولا تقرؤن
منہا مما کنا نقرء
الاربعہا۔

کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جس کو تم سورۂ
توبہ کہتے ہو وہ تو سورۂ عذاب ہے
قسم بخدا اس نے تو صحابہ میں سے
کسی کو بغیر اس کے مصائب بیان
کئے چھوڑا ہی نہیں تم تو اس سورۃ
کا چوتھائی حصہ بھی نہیں پڑھتے تھے
جو ہم پڑھا کرتے تھے۔

واخرج ابوعبید وابن المنذر
وابو الشیخ وابن مردویہ
عن سعید بن جبیر رضی اللہ
عنہما سورۃ التوبۃ قال
التوبۃ بل ھی الفاضحۃ ما
زالت تنزل ومنہم حتی
ظننا ان لن یبقی منا احد
الا ذکر فیہا واخرج
ابوعوانۃ وابن المنذر و
ابو الشیخ وابن مردویہ عن
ابن عباس رضی اللہ
ان عمر رضی اللہ عنہ قیل
لہ سورۃ التوبۃ قال ھی
الی العذاب اقرب ما اقلعت

ابوعبید وابن المنذر وابو الشیخ
وابن مردویہ نے اپنی اپنی اسناد کے
ساتھ سعید بن جبیر سے روایت
کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس
سے سورۂ توبہ کا ذکر کیا، انھوں
نے کہا کہ سورۂ توبہ کیا وہ سورۃ
فاضحہ یعنی عیب ظاہر کرنے والا
سورہ ہے وہ نازل ہوتا رہا یہاں
تک کہ ہم نے سمجھا کہ ہم میں سے کسی کو
بھی نہیں چھوڑیگا اور ابوعوانہ
وابن المنذر وابو الشیخ وابن مردویہ
اپنے اپنے اسناد کے ساتھ ابن عباس
سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے
سامنے سورۂ توبہ کا ذکر ہوا،

قدع منهم احدا واخرج ابوالشیخ عن عکرمہ رضی اللہ عنہ قال عمر رضی اللہ عنہ ما فرغ من تنزیل براءۃ حتی ظننا انہ لم یبق منا احد الا سینزل فیہ وکانت تسمی الفاضحۃ۔

انھوں نے کہا توبہ کیا ! تو عذاب سے سے زیادہ قریب ہے، اس نے تو ہم میں سے کسی کو چھوڑا ہی نہیں ابوالشیخ نے اپنے اسناد کے ساتھ عکرمہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ اس سورہ کا تو نازل ہونا ختم ہی نہ ہوا یہانتک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی کو بھی بغیر عیب بیان کیے نہ چھوڑیگی اور اس کا نام ہم نے فاضحہ رکھا۔

واخرج ابوالشیخ عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال ما تقرءٔن یعنی سورۃ التوبۃ۔

اور ابوالشیخ نے اپنی اسناد کے ساتھ حذیفہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ تمہارے پاس اصل سورہ توبہ کا تیسرا حصہ بھی نہیں ہے۔

جلال الدین سیوطی:- کتاب الدر المنثور، الجزء الثالث ص ۸۰۔
تفسیر اتقان الجزء الاول ص ۵۴، ۵۵۔

دیکھیے ان روایات کو کتنے جلیل القدر علماء مثل حاکم و ابو شیبہ و طبرانی و ابوالشیخ و ابن مردویہ و ابن المنذر و ابو عوانہ و جلال الدین سیوطی نے بیان کیا ہے۔ ان روایات سے ثابت ہے کہ سورۂ توبہ تین چوتھائی کے

قریب ضائع ہوگئی۔ اس میں صحابہ کے معائب ومثالب کھول کھول بیان کئے گئے تھے اب وہ معائب ومثالب موجودہ سورہ میں نہیں ملتے۔ ثابت ہوا کہ وہ حصہ سورہٴ توبہ کا ساقط کردیا گیا ہے جس میں یہ معائب ومثالب تھے۔

نقصان آیۂ رجم وآیۂ رضاع کبیر

قالت عائشہ لقد نزلت آیۃ الرجم ورضاع الکبیر وکانت فی رقعۃ تحت سریری وشغلنا بشکاۃ رسول اللہ فدخلت داجن للحی فاکلتہ۔	حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے آیۂ رجم وآیۂ رضاع کبیر نازل فرمائیں لیکن یہ دونوں آیتیں لکھی ہوئی میرے تکیہ کے نیچے رکھی تھیں ہم تو آنحضرتؐ کے مرض میں مشغول ہوئے اور ایک بکری آن کر کھا گئی۔

امام راغب اصفہانی۔ محاضرات فخر الدین عثمان بن علی متوفی رمضان ۷۴۳ھ ہجری تبیان الحقائق شرح کنز الدقائق

حضرت عائشہ نے کیا اچھی تفسیر کی ہے آیۃ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کی۔ ایسے قرآن شریف لکھے ہوئے تھے جن سے زمانہ حضرت ابوبکر میں وہ قرآن نقل کیا گیا جس سے بعد میں حضرت عثمان کے زمانہ میں جمع قرآن کمیٹی نے تمام ملت اسلامیہ کے لئے قرآن شریف مرتب کیا تھا۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ جناب رسول خدا اسی طرح لاپرواہی کے ساتھ قرآن شریف کو بکریوں کے حوالے کرکے دنیا سے رخصت ہوگئے۔ کیا انھوں نے اپنے وصی وجانشین و باب مدینۃ العلم کے ذمہ جمع قرآن کا فرض نہیں لگایا تھا۔ ضرور لگایا تھا۔ جب ہی تو حضرت علی نے اس فرض کی ادائیگی میں اس کام کو سب سے اول کرکے

حکومت کے سامنے پیش کیا، مگر حکومت نے بوجوہات چند در چند جو ظاہر ہیں اس قرآن کو قبول و شائع کرنے سے انکار کیا، جس پر حضرت علی نے فرمایا کہ اب تم قیامت تک اس قرآن کو نہیں دیکھو گے۔

قال ابوعبید حدثنا ابن	(اسماء رواۃ عربی میں ملاحظہ ہوں)
ابی مریم عن نافع بن عمر	عبدالرحمٰن بن عوف کے بھانجے
الجمحی حدثنی ابن ابی	مسور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ حضرت
ملیکۃ عن المسور بن	عمر نے عبدالرحمٰن بن عوف سے
مخرمۃ قال عمر لعبد	کہا کہ کیا تم قرآن شریف میں
الرحمٰن بن عوف الم نجد	جو نازل ہوا ہے اس میں آیہ
فیما انزل علینا ان جاھدوا	ان جاھدوا الآیۃ کو نہیں
کما جاھدتم اول مرۃ	پاتے ہم کو تو وہ نہیں ملتی۔
فانا لا نجدھا قال اسقطت	عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ یہ آیت
فیما اسقط من القرآن۔	بھی اسی جیسے قرآن کے ساتھ
	گرادی گئی جو کہ ضائع کیا گیا۔

جلال الدین سیوطی تفسیر اتقان۔ علی المتقی۔ کنز العمال۔

حضرت عائشہ کی بھی یہی رائے تھی کہ حضرت عثمان نے قرآن شریف میں ناجائز تحریف کی ہے اور تغیر و تبدل کیا ہے چنانچہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الآیۃ کے نقصان کو ذکر کرنے کے بعد فرماتی ہیں کہ یہ آیت اس وقت ایسی تھی قالت قبل ان یغیر عثمان المصاحف یعنی آپ فرماتی ہیں کہ قبل اس کے کہ عثمان نے قرآن شریف میں تغیر و تبدل کیا۔

جلال الدین سیوطی۔ تفسیر اتقان۔

اب حضرت علی و آل محمد کے ناموں اور الفاظ کے اخراج کی کیفیت ملاحظہ ہو

اخرج ابن مردویہ عن ابن مسعود قال کنا نقرء علی عہد رسول اللہ یَا اَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اِنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط	ابن مردویہ نے اپنے اسناد سے ابن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم زمانہ جناب رسول خدا میں اس آیہ کو اس طرح پڑھا کرتے تھے اے رسول جو کچھ تمہارے پاس پیغام علی کی بابت تمہارے پاس پہونچا وہ لوگوں تک پہنچا دو کہ علی مومنین کا مولا ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خدا کی رسالت ہی ادا نہ کی اور خدا تم لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

جلال الدین سیوطی :- کتاب الدر المنثور الجزء الثانی ص ۲۹۸
ابو نعیم حلیۃ الاولیاء۔ فخر الدین رازی۔ تفسیر کبیر ابن مردویہ :- کتاب المناقب
مرزا محمد بن معتمد خاں۔ مفتاح النجا۔

واخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ کان یقرأ ھذا الحرف وکفی اللہ المؤمنین	ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن عساکر نے اپنے اپنے اسناد کے ساتھ ابن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں ہم اس طرح پڑھا کرتے تھے کفی اللہ المؤمنین

القتال لعلی ابن ابی طالب — القتال لعلی ابن ابی طالب

جلال الدین سیوطی :۔ کتاب الدر المنثور الجزء الخامس ص ۱۹۲

مرزا محمد بن معتمد خاں :۔ مفتاح النجا ۔

تفسیر ثعلبی میں مذکور ہے :۔

اخبرنی ابی محمد (عبد اللہ	(اسماء راویان عربی کی عبارت
بن محمد بن عبد اللہ القائنی نا	میں ملاحظہ فرمایئے)
ابو الحمد عبد بن عثمان بن	ابو وائل سے مروی ہے وہ کہتے
الحسین المقتی نا ابوبکر محمد بن	ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مسعود
الحسین بن صالح السبیعی نا احمد	کے مصحف میں یہ آیۃ اس
بن محمد بن سعید نا احمد بن ابی نعیم	طرح دیکھی ۔
جنادہ السلولی عن الاعمش	اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی آدَمَ وَ
عن ابی وائل قال قرات فی مصحف	نُوْحًا وَّ آلَ اِبْرَاھِیْمَ
عبد اللہ بن مسعود ان اللہ اصطفی	وَ آلَ عِمْرَانَ وَ آلَ مُحَمَّدٍ
آدم ونوحا وآل ابراھیم وآل	عَلَی الْعَالَمِیْنَ ۔
عمران وآل محمد علی العالمین ۔	

خود ان بزرگوں کی اپنی کتابوں سے ثابت ہو گیا کہ جمع قرآن بھی مثل دیگر تجاویز کے ایک سیاسی ترکیب تھی جس کا مدعا یہ تھا کہ صحابہ کے معائب و مثالب اور حضرت علی کے فضائل کو پوشیدہ کیا جائے اور قرآن شریف کو اسطرح جمع کیا جائے جس سے یہ دونوں چھپ جائیں۔ اس موقع پر قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیات پھر تلاوت کریں جن میں مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْہِمْ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○	وہ لوگ جو چھپاتے ہیں کتاب اللہ میں سے اس چیز کو جس کو خداوند تعالیٰ نے نازل کیا اور اس کو چھپانے سے تھوڑا سا دنیا دی فائدہ حاصل کرتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور خداوند تعالیٰ روز قیامت ان سے کلام نہیں کرے گا اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے۔
پارہ ۲ سورۂ بقرع ۲۱۔	

ان بزرگوں کے عقیدہ کے مطابق ان کاتبوں کی جہالت کی وجہ سے جنھوں نے حضرت عثمان کے لئے قرآن شریف نقل کیا۔ بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں جن کو ان غلطیوں کی سیر کرنی مطلوب ہے۔ ان کو چاہئے کہ کتاب الدر المنثور و تفسیر اتقان علامہ جلال الدین سیوطی موطائے امام مالک و مسند امام احمد حنبل و تفسیر ابن جریر طبری وغیرہم بہت سی کتابوں کو دیکھئے اس مضمون کو نہایت تفصیل کے ساتھ ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی نے اپنی کتاب المصاحف میں تحریر کیا ہے۔

کراچی سے ایک ماہنامہ طلوع اسلام کے نام نامی سے نکلتا ہے۔ اس کا مدعا اس کے نام سے ظاہر ہے۔ رسول اللہ ؐ کے زمانے کے پرانے اسلام کی از سر نو ترمیم، تنسیخ و تبادل کرکے ایک نئے اسلام کا طلوع اس کا مقصد ہے اور اہل بیت و احادیث رسول سے دشمنی اس کا مابہ الامتیاز ہے۔ ماہ نومبر سنہ ۱۹۵۲ء کے پرچہ میں ایک مضمون ہے "قرآن کریم روایات کے آئینہ میں" اس میں

صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث خصوصاً کتاب مصاحف سے لے کر بہت سی روایات جمع کی ہیں جن سے امور ذیل ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ رسولِ خدا نے جمع قرآن کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ حضرت عمر نے یہ اہم کام کیا۔

۲۔ حضرت عثمان نے دوبارہ قرآن جمع کرایا کیونکہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے جمع کئے ہوئے قرآن شریف میں کچھ نقص رہ گئے تھے۔

۳ زید ابن ثابت کے انتخاب اور ان کے جمع قرآن سے عبداللہ ابن مسعود بہت ناراض تھے۔

۴۔ عہد عثمانی کے قرآنوں میں سخت اختلافات تھے۔

۵۔ مروان نے حضرت حفصہ کے قرآن جلا دیئے۔

۶۔ حضرت عثمان نے اپنے جمع کئے ہوئے قرآن کے علاوہ باقی سب قرآن جلا دیے۔

۷۔ موجودہ قرآن کی ترتیب حضرت عثمان نے قائم کی۔

۸۔ قرآن میں بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں

۹۔ حضرت عثمان کے جمع کردہ قرآن سے مدینہ کے باقی بہت سے قرآن مختلف تھے۔

۱۰۔ مختلف شہروں کے لئے جو مصاحف لکھے گئے ان میں آپس میں اختلاف تھا۔

۱۱۔ حجاج بن یوسف نے مصحف عثمانی میں گیارہ مقامات پر تبدیلی کی۔ ان کی فہرست اسی مضمون میں درج ہے۔

۱۲۔ صحابہ کبار کے قرآن ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

١٣ ۔ آج ہمارے پاس حجاج ابن یوسف کا اصلاح کردہ قرآن ہے۔

١٤ ۔ عبداللہ ابن مسعود کا مصحف حضرت عثمان کے جمع کردہ قرآن سے ایک صد پچاس جگہ مختلف تھا۔ اور یہ سب اہم اختلافات تھے۔

١٥ ۔ عبداللہ ابن عباس کا مصحف سولہ مقامات میں مصحف ابی بن کعب چار مقامات میں مصحف عمر بن الخطاب تین مقامات میں مصحف عثمانی سے مختلف تھے۔

١٦ ۔ فاضل نامہ نگار نے بہت محنت کی ہے۔ ان تمام اختلافات کی فہرستیں مرتب کی ہیں۔

اس مقالہ کی تحریر سے فاضل نامہ نگار کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ احادیث ایسی فضول ولغو تھیں ہے کہ ان کے ماننے سے ان تمام بعید از عقل امور کو ماننا لازم آتا ہے۔ اپنے جوش میں فاضل نامہ نگار نے یہ نہ دیکھا کہ یہ احادیث رسول نہیں ہیں یہ تو صحابہ کرام کی روایات واقوال ہیں ان کے بعید از عقل ہونے سے احادیث رسول کا بعید از عقل ہونا کیونکر ثابت ہوا۔ بلکہ ہم اس مقالہ کی بناء پر کہہ سکتے ہیں کہ تمہاری وہ کتابیں جن پر تم نے اپنے عقائد قائم کیے ہیں تم کو ان بعید از عقل عقائد اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہیں لہذا ان کتابوں پر اپنے ایمان کی بنیاد نہ رکھو۔

اس مضمون میں ایک بات بڑے لطف کی ہے۔ سینکڑوں اختلافات تو لکھے ہیں لیکن وہ اختلاف نہیں لکھے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات میں سے علی کا نام نکال دیا گیا۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعود کے مصحف میں مندرجہ ذیل آیات میں علی یا آل محمد کا نام تھا۔

١۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین ۔

۲۔ کفی اللہ المومنین القتال لعلی ابن ابی طالب۔

۳۔ ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحًا و آل ابراھیم و آل عمران و آل محمد علی العالمین۔

عبداللہ ابن مسعود کے مصحف کے ڈیڑھ صد اختلافات لکھے لیکن یہ تین نہ لکھے۔ وجہ کیا؟ وجہ یہ کہ علی و آل محمد نے کچھ ایسا قصور کیا ہے کہ ان سے دشمنی باعث ثواب ہوئی۔ اب تیرہ صد برس کے بعد تو یہ حالت ہے تو پھر اس زمانہ میں دشمنی و عداوت کی کیا حالت ہو گی۔

اہل سنت وجماعت کی ان تحریرات و روایات کی بنا پر عیسائی مورخین کو یہ اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے کہ خود مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے قرآن میں کمی بھی ہے اور کہیں کچھ تاریخی غلطیاں بھی ہیں پھر ایسے قرآن کا کیا اعتبار۔ اس کے دو جواب ہیں۔ اوّل تو یہ کہ یورپ کے مورخین و مصنفین ہمیشہ یہ بدیہی غلطی کرتے رہے ہیں کہ وہ اہل سنت وجماعت کے نظریات و اعتقادات کو تمام مسلمانوں کے معتقدات سمجھ لیتے ہیں۔ اس ہی مسئلہ کو لو۔ فرقہ شیعہ ان روایات کی بنا پر اپنا اعتقاد قائم نہیں کرتا وہ خود اور ان کے ائمہ اس موجودہ قرآن کو کتاب اللہ سمجھتے ہیں۔ وہ کبھی اس میں کمی بیشی کے قائل نہیں ہوئے لیکن اگر ان میں سے اسقاط کی چند روایات کی بنا پر اپنا اعتقاد قائم نہیں کرتا ساری کتاب پر اعتراض قائم نہیں ہو سکتا۔ یہ تو اسلام کے سب فرقے تسلیم کرتے ہیں کہ موجودہ قرآن میں کسی غیر کا کلام شامل نہیں ہے۔ یہ سارا قرآن شریف وہی ہے جو حرف بہ حرف جناب رسول خدا کے لب اقدس سے نکلا ہوا ہے۔ سرکار و سرکاری قرآن جمع کرنے والوں کا تنازعہ حضرت علیؑ سے رہا تھا اور وہ لوگ آنجناب کو حکومت کا رقیب سمجھتے تھے۔ اگر سیاسی اغراض سے

لہٰذا مناسب ہے کہ مسلمان اس حقیقت کو جان لیں اور ناحق اور نامناسب تعصب سے جو کسی خاص مکتب کے سلسلے میں رکھتے ہیں پرہیز کریں کیونکہ دینِ خدا اور اس کی شریعت کسی مکتب کے تابع نہیں اور کسی خاص مکتب کی اجارہ داری میں نہیں ہوگی۔

بلکہ تمام مجتہدین خدا کی بارگاہ میں قابلِ قبول ہیں اور وہ لوگ جو اہلِ نظر اور اہلِ اجتہاد نہیں ہیں کسی بھی مکتب کی جو ان کے مدنظر ہو پیروی کر سکتے ہیں اور اس کے فقہی احکام کی تقلید کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں عبادت اور معاملات میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(دستخط محمود شلتوت)

علامہ جلیل جناب استاد محمد تقی قمی جنرل سکریٹری جماعت تقریب بین مکاتب اسلامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد۔ نہایت مسرت کے ساتھ اپنے دستخط شدہ فتوے کی ایک کاپی جس کو میں نے فرقہ شیعہ امامیہ کی پیروی کے جائز ہونے کے سلسلے میں جاری کیا ہے اس خط کے ہمراہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس کو دار التقریب بین مذاہب اسلامی کی تاریخی دستاویزوں میں جس کے قیام میں شرکت کا فخر رکھتا ہوں رکھیں گے خداوند تعالیٰ ہم کو اس کے ادارے کے مشن کو آگے بڑھانے میں کامیابی عطا فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

محمود شلتوت

وائس چانسلر الازہر یونیورسٹی

▭ ▭ ▭

چند الفاظ ادھر ادھر ہو گئے یا کوئی نام نکالا گیا تو اس سے ساری موجودہ کتاب پر اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ فرائض اور اخلاقیات میں کمی نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو لوگ خود شیشے کے گھروں میں رہتے ہیں انہیں دوسروں پر پتھر نہیں پھینکنے چاہئیں۔ کبھی عیسائی حضرات نے اپنی موجودہ بائبل کا بھی جائزہ لیا ہے۔ ان کے نبی کے منہ سے نکلا ہوا تو اس میں ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ وہ تو اپنے نبی کی زبان ہی کو زندہ نہ رکھ سکے تو ان کے کلام کو کیا کہا جائے، وہ زبان نہیں رہی، وہ کلام نہ رہا لہذا وہ شریعت بھی مردہ ہو گئی۔ حضرت عیسیٰ کی زبان ارامی تھی اور ارامی کی کوئی انجیل ہی نہیں بلکہ عبرانی کی بھی کوئی انجیل نہیں۔ موجودہ بائبل کے نسخے یونانی زبان کی انجیل سے ترجمہ کئے گئے ہیں۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ یہ انجیل حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں مرتب نہیں بلکہ ان کے انتقال یعنی دنیا سے اٹھ جانے کے ستر سال بعد لکھی گئی۔ قرآن شریف کی نسبت ہمارا عقیدہ ہے اور ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے اپنے سامنے سارا قرآن جمع کرایا اور حضرت علیؑ نے قرآن جمع کر کے آنحضرتؐ کے سامنے پیش کیا بعض روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ عبا اپنے دوش پر نہ ڈالوں گا جب تک قرآن نہ جمع کر لوں۔ یہ جمع قرآن مطابق تنزیل کے تھا اور اس میں اسبابِ نزول درج تھے حکومت نے اس وجہ سے قبول نہ کیا کہ ان اسبابِ نزول کا بیان ان کے مفاد کے خلاف ہوتا۔ کیونکہ اس سے حضرت علی کا شرف ظاہر ہوتا۔ بہرصورت جس طرح حکومت نے قرآن جمع کرایا اس سے بھی تو ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ کے صحابہ سے وہ

لیا گیا۔ یہ لوگ آنحضرت کے زمانہ میں قرآن حفظ کر چکے تھے۔ انجیل کی مختلف کتابوں کے مصنفین کا پتہ ہی نہیں کہ کون تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ انھوں نے یہ روایات کس سے اور کس طرح لیں۔ اپنے تحریرات کو وقعت دینے کیلئے انھوں نے اپنی اپنی کتابوں کو مختلف حواریوں کی طرف منسوب کر دیا موجودہ تحقیقات سے ثابت ہے کہ انھوں نے ایسا محض اپنی تحریرات کو وقعت دینے کے لئے کیا۔

دین و کتاب مسیح پر دوسرے مذاہب و فلسفہ کا اثر بالکل نمایاں ہے۔ پہلی تحریرات میں بہت تبدیلیاں ہوتی رہیں اور ان پر بہت اضافے کئے گئے یہاں تک کہ موجودہ بائبل بالکل مختلف ہو گئی۔ اس کتاب سے جو پہلے لکھی گئی تھی اور جس سے آخری یونانی بائبل نقل کی گئی اور اب وہ اصلی کتاب مفقود ہے۔ عیسائیوں کے اعتقادات بھی وقتاً فوقتاً بدلتے رہے۔ اس زمانہ کے تخیلات و نظریات کی روشنی میں ان اعتقادات کو مرتب کیا گیا۔ حضرت عیسٰی نے خود اپنے تئیں خدا کا بیٹا نہیں کہا اور نہ یہ اعتقاد ان کے حواریوں کا تھا۔ اس زمانہ میں چونکہ یہ اعتقادات مروج تھے کہ خداؤں کے بیٹے اور بیٹیاں ہوا کرتے ہیں اور ہونے چاہئیں تو ان ملحدانہ یونانی اعتقادات کے زیر اثر عیسائیوں نے حضرت عیسٰی کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ حضرت عیسٰی کا صلیب پر مرنا بھی ثابت نہیں۔ یہ اعتقاد کہ انھیں سولی دی گئی اور وہ اپنے مرنے کے تین دن بعد آسمان پر گئے اور بادلوں میں سے فرشتوں کے ساتھ نظر آئے۔ بعد کے ایجادات ہیں۔ ان سب امور کا ثبوت ہم دیتے ہیں اور خود عیسائیوں کی اپنی کتابوں سے دیتے ہیں۔ اختصار کے خیال سے ثبوت کو چھوڑ رہا ہوں جنھیں خواہش ہو اصل کتاب دیکھ سکتے ہیں۔

اوپر جو کچھ قرآن شریف کی تحریف وغیرہ کے متعلق ہم نے لکھا ہے وہ اہل سنت وجماعت کے علماء کا عقیدہ ہے۔ علماء شیعہ اس پر خاموش ہیں۔ ان کی کتابوں میں بطور عقیدہ یہی لکھا ہوا پایا جاتا ہے کہ قرآن شریف میں نہ کوئی غلطی ہے اور نہ کوئی لفظی تحریف، اندریں صورت جو شخص مزید اس موضوع پر واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ مجتہدین کرام کی خدمت میں حاضر ہو۔ ہم فتویٰ دینے کے مجاز نہیں۔ ہمارا اپنا ذاتی عقیدہ تو یہ ہے کہ جتنا قرآن شریف موجود ہے وہ سارا کلام اللہ ہے۔ اس میں کسی انسان کا کلام شامل نہیں ہے فرائض و حلال و حرام میں نہ کمی ہے نہ بیشی۔ اب رہا اسقاط فقرہ جات و الفاظ سو اسکی بحث ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ (البلاغ حصہ دوم)

کتب اہل سنت والجماعت جن کی مدد سے یہ کتاب تیار کی گئی

① صحیح بخاری۔ (امام بخاری) ② صحیح مسلم۔ (امام مسلم نیشاپوری) ③ تفسیر درمنثور (علامہ جلال الدین سیوطی) ④ تفسیر کبیر (امام فخرالدین رازی) ⑤ تاریخ ابوالفدا۔ (ابوالفدا اسمٰعیل) ⑥ تاریخ طبری۔ (امام طبری) ⑦ الفاروق (علامہ شبلی نعمانی) ⑧ ینابیع المودۃ (شیخ سلیمان الحنفی) ⑨ ازالۃ الخفا (شاہ ولی اللہ دہلوی) ⑩ مسند امام احمد بن حنبل (امام احمد بن حنبل) ⑪ فتح الباری (علامہ ابن حجر عسقلانی) ⑫ صواعق محرقہ (علامہ ابن حجر مکی) ⑬ سنن ابی داؤد (علامہ ابو داؤد) ⑭ روضۃ المناظر (علامہ محمد ابن شحنہ) ⑮ تحفہ اثنا عشریہ (شاہ عبدالعزیز دہلوی) ⑯ میزان الاعتدال (محمد ابن احمد اندلسی) ـــ

ختم شد
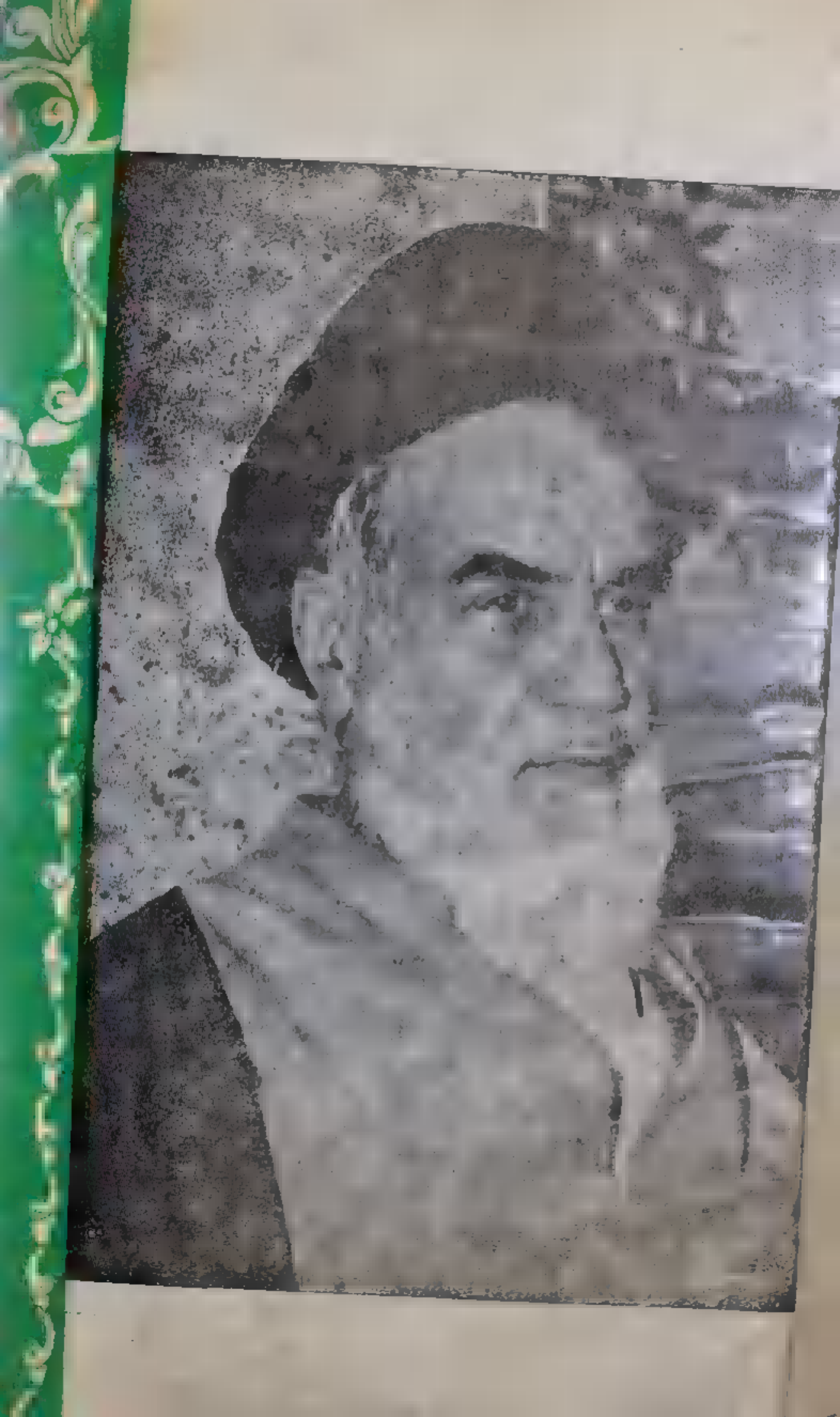
مجھے افسوس ہے کہ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے اپنی کتاب میں مولوی عبدالشکور کا نام بڑی عزت کے ساتھ لیا ہے اور ایسا انداز اختیار کیا ہے جیسے جناب مولوی عبدالشکور صاحب اسلامیات پر حرف آخر ہیں مگر ان کا جو حال اہل سنت کے بڑے بڑے علماء نے بتایا ہے وہ بالکل مختلف ہے۔

ماہنامہ الواعظ ماہ جولائی سنہ ۱۹۸۵ء کے صفحہ ۸ اور ۹ پر "مولوی عبدالشکور صاحب اڈیٹر النجم لکھنوی کون ہیں" اور "مولوی عبدالشکور صاحب سرپرست النجم کون ہیں" کے عنوان سے جو فتوی چھپا ہے اس کی نقل پیش خدمت ہے آپ خود پڑھ لیں۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا ہوں (اختصار کی غرض سے ایک ہی فتوی نقل کر رہا ہوں)

(۱) مولوی عبدالشکور صاحب آڈیٹر النجم لکھنوی کون ہیں؟

آج کل بمبئی کے مسلمانوں کی طرف سے اکثر یہ سوال کیا جارہا ہے۔ اسی لئے ہم اپنے سچے سنی۔ حنفی۔ شافعی مقلد بھائیوں کی اطلاع کے لئے ہندوستان کے معتدد بڑے بڑے علماء کے چند فتووں کے چند جملے نقل کرتے ہیں جن سے اس سوال کا جواب مل جائیگا اور ان کی حقیقت کھل جائے گی۔

(۱) مجدد مأۃ اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی (۲) مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب قادری بریلوی (۳) مولانا محمد نور احمد صاحب (۴) مولانا احمد مختار صاحب صدیقی متوطن میرٹھ (۵) مولانا مولوی عبدالعلیم صاحب قادری بریلوی (۶) مولوی حافظ عبدالحلیم صاحب امام مسجد یٰسین (۷) مولانا مولوی حافظ فضل کریم صاحب امام مسجد انگاری محلہ بمبئی (۸) مولانا مولوی سیف الدین صاحب بن مولانا حضرت مولوی نظام الدین صاحب ناظم مدرسۂ نظامیہ بمبئی (۹) مولانا نور بخش صاحب ناظم تعلیم انجمن نعمانیہ ہند (۱۰) مولانا شیخ نور الحق نذیر احمد صاحب (۱۱) مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب بدایونی (۱۲) مولانا حکیم عبدالاحد صاحب محدث پیلی بھیت (۱۳) مولانا محمد عبدالحکیم خاں صاحب شاہجہاں پوری (۱۴) حضرت مولانا محب احمد صاحب قادری حنفی بدایونی (۱۵) حضرت مولانا عبدالماجد صاحب قادری بدایونی حنفی (۱۶) مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب بدایونی (۱۷) مولانا احمد الدین صاحب شمس العلوم بدایونی (۱۸) مولانا اسرار الحق

صاحب ٹوٹھی ہبنہ (۱۹) مولانا حافظ محمد بخش صاحب (۲۰) حضرت مولانا عبد القدیر صاحب بدایونی۔ متفقہ طور پر فتوی دیتے ہیں کہ

مولوی عبد الشکور لکھنوی

نہ سنی ہے نہ حنفی نہ اسے امام بنانا حلال نہ اس کے پیچھے نماز جائز نہ اس کا وعظ سننا روا (وہ) خود رائے ہے اور کج فہم و بے ادب۔ ائمہ دین کے ساتھ گستاخ اور مسائل شرعیہ کی توہین کرنے والا، اور خود اپنے اقرار سے فاسق معلن۔ وہابی غیر مقلد ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیئے اور نہ اس کا وعظ سنا جائے۔ وہ عوام الناس کو گمراہ کرتا ہے۔ اس کے نزدیک ہرگز نہ جانا چاہیئے۔ ایسے گندم نما جو فروش سے اجتناب چاہیئے۔ اس کو فاسق سمجھیں اس کی مدح نہ کریں کہ فاسق کی مدح سے غضب ذوالجلال اترتا ہے۔ غیر مقلدین کے بعض عقائد کو اچھا سمجھنے کے سبب مستحق کفر ہے۔

جن کو اس کا ثبوت دیکھنا ہو وہ اشتہار واجب الاظہار مسلط مطبع گلزار احمدی کھانڈا محلہ بمبئی مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۸ء پڑھیں اور کتاب اجلی النجوم رجم برایڈیٹر النجم مطبوعہ بریلی ملاحظ فرمائیں۔

وما علینا الا البلاغ

حافظ عبد المجید دہلوی عفا اللہ عنہ

رحمانی لیتھو پریس حجرہ محلہ بمبئی پوسٹ نمبر ۸

میں خمینی صاحب کی کتاب ان کے عقائد، ان کی حکومت اور اہلسنت حضرات سے ساتھ ان کی حکومت کا برتاؤ، ایرانیوں کا اسلامی معاشرہ، ایرانیوں کا آپسی اتحاد وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس کتاب میں صرف اس بات کی کوشش کی ہے کہ شیعیت کے اعتقادات پر جو کیچڑ اچھالا گیا ہے اس کا جواب آپکے سامنے دوں اور حقائق کو رکھدوں اور آپ خود دیکھ لیں کہ شیعہ جس عقیدہ کے ماننے والے ہیں وہ اہلسنت حضرات کی کتابوں میں پوری تفصیل سے لکھا ہے اور جسے ہر حق پسند مسلمان کو ماننا چاہیئے۔ اگر میں چاہتا تو مولانا منظور صاحب کی کتاب کے جواب میں ایسی کتاب لکھتا جس میں اہل سنت کی لکھی کتابوں سے ایسے مواد جمع کرتا جو عقائد اہل سنت کی ایک دل آزار تصویر پیش کرتی۔ اتحاد تو اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب ہر مسلمان حق گو ہو اپنی کمزوریوں پر نظر رکھے اور اس نعرہ کو یاد رکھے

"یا ایہا المسلمون اتحدوا"

میری یہی دعا ہے کہ اے پروردگار جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا ہونے دے اور ہمیں اپنے یہاں سے نعمت عطا فرما۔ تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وھو حسبی ونعم الوکیل ونعم المولیٰ ونعم النصیر۔

کمترین س۔ح جعفری
نشیمن برہم پورہ مظفرپور

شیعیت کا آغاز

چمن اسلام میں شیعیت کا بیج سب سے پہلے خود بانی شریعت نے بویا۔ جس دن آپ نے اسلام کی چمن بندی کی اسی دن آپ نے شیعیت کی تخم ریزی بھی فرمائی۔ اسلام کے ساتھ ساتھ پہلو بہ پہلو شیعیت کی بنیاد بھی رکھی اور جس طرح اسلام کی اشاعت میں آپ نے خون پسینہ ایک کیا اسی طرح شیعیت کو بھی ہمہ گیر بنانے میں اپنی پوری توانائیاں صرف کر دیں۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے جس کا ثبوت حضرت سرور کائنات کی ... مسلم الثبوت حدیثیں ہیں اور ساری حدیثیں اہل سنت حضرات کی کتابوں سے ہیں۔ مثال کے طور پر دو تین کتابوں کا حوالہ دیتا ہوں۔

① علامہ سیوطی اپنی تفسیر در منثور میں اولئک هم خیر البریہ کی تفسیر کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ابن عساکر نے جناب جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ پیغمبر کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علیؑ آئے۔ آنحضرت نے ان کو آتے دیکھ کر ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات برحق کی جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے یقیناً یہی علیؑ اور ان کے شیعہ بروز قیامت کامیاب رستگار ہیں اور اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت اولئک هم خیر البریہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا یقیناً وہی لوگ بہترین خلائق ہیں۔

(تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ۶ صـ۳۷۹)

② ابن عدی جناب ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ ابن عباس فرماتے

ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی الذین امنوا وعملوا الصلحت اولٰئک ھم خیر البریہ -- تو رسالتمآب نے حضرت علی سے فرمایا انت وشیعتک یوم القیامۃ راضین مرضیین ۔ وہ بہترین خلائق تم اور تمہارے شیعہ ہو کر بروز قیامت تم لوگ خوش رہو گے اور خدا بھی تم لوگوں کی خوشنودی چاہے گا۔

در منثور جلد ۹ صہ ۳۷۹

③ علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے واخرج الدیلمی یا علی ان اللّٰہ قد غفر لک ولذریتک ولولدک ولاھلک ولشیعتک یعنی حضرت رسولؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ تم کو تمہاری ذریت، تمہاری نسل تمہارے اہل وعیال اور تمہارے شیعوں کو بخش دیا ہے۔ یا ابا الحسن اما انت وشیعتک فی الجنۃ ۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا اے علی تم اور تمہارے شیعہ سب کے سب بہشت ہی میں جائیں گے۔ (صواعق محرقہ صہ ۹٦)

④ علامہ ابن اثیر نہایہ میں اسلامی لغت کی سب سے معتبر کتاب تسلیم کی جاتی ہے لفظ قمح کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ حضرت رسالتمآبؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم اور تمہارے شیعہ خدا کے حضور میں اسطرح آوگے کہ تم خدا سے خوش ہوگے اور خدا تم سے راضی ہوگا۔ اور تمہارے دشمن یوں آئیں گے کہ ان کے ہاتھ پس گردن سے بندھے ہوں گے اور خداوند عالم ان پر بیحد غضبناک ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے لے جاکر عملی طور پر بتایا کہ یوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے۔

اب کتنی حدیثیں بیان کروں۔ اختصار کے خیال سے چھوڑتا ہوں۔ یہ اندازہ تو ہو ہی گیا ہوگا کہ خود سرور کائنات نے شیعیت کا تخم بویا اور بونے کے بعد برابر اس تخم کی نگہداشت وآبیاری بھی فرماتے رہے۔ قدم قدم پر اسی کی اشاعت کی اشاروں سے کنایوں سے، حرکات وسکنات سے، صاف صاف کھلے لفظوں میں لوگوں کو اس

طرف متوجہ کیا ۔ اصحاب کے حلقہ میں تشریف فرما ہیں تو بات چیت میں یا بالائے منبر یہی تو خطبوں کے درمیان شیعہ اور شیعیت کے متعلق لوگوں کو متوجہ کرتے رہے۔

شیعوں نے ہزاروں کتابیں اس موضوع پر لکھی ہیں مثال کے طور پر فردوس مآب مولانا حامد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ کی کتاب عبقات الانوار ہی لے لیجئے جس کی دس جلدیں ہیں اور ہر جلد صحیح بخاری جتنی ضخیم ہے۔

عبداللہ ابن سبا کا افسانہ

مولانا نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ وہ ثابت کریں کہ مذہب شیعہ ایک یہودی عبداللہ ابن سبا کے خیالات کی پیداوار ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ مولانا نے من گھڑت قصے کو آنکھ بند کرکے اپنی کتاب میں نقل کر ڈالا ہے۔ نہ تحقیق کرنے کی ضرورت سمجھی نہ معتبر و موثق مصادر کی طرف رجوع کرنا گوارا کیا۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایک یہودی جس نے مذہب تبدیل کیا تھا مصر پہونچتے ہی لوگوں پر چھا گیا۔ اسی نے لوگوں کو اکٹھا کرکے حکومت کے خلاف محاذ قائم کیا۔ سوال ہے کیا مصر میں دور اندیش دھنا طا اور صاحبانِ عقل و خرد بالکل ہی نہ تھے۔ کیا بقول خطیب سب کے سب احمق تھے کہ ابن سبا کی زبان سے بات نکلتے ہی اس کی طرف دوڑ پڑے۔ مصر اسلامی ملک تھا وہاں پیغمبر کے بہت سے محترم اور ذی مرتبت صحابی موجود تھے۔ یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ ابن سبا نے بڑے بڑے عظیم المرتبت صحابہ کو اپنا ہمنوا بنا لیا کہ وہ اس کے دست و بازو اور اس کے نظریات و افکار کے مبلغ بن گئے۔ ان صحابہ میں جو نام آئے ہیں وہ یہ ہیں۔ عمار یاسر۔ عمر بن حمق خزاعی۔ حکیم بن جبلہ عبدی۔ زین بن صوحان وغیرہ جو اکابر صحابہ میں تھے۔ لکھنے والوں نے تو حد کردی ہے یہاں تک لکھدیا کہ جناب

ابوذرؓ کو ابن سبا نے آمادہ کر لیا کہ وہ معاویہ کے من مانے تصرفات کی مخالفت کریں اور انھوں نے کی اور معاویہ برداشت کرکے رہ گئے۔ کیا خوب۔ اس سے اندازہ تو ہو ہی گیا ہوگا کہ یہ ایک من گھڑت قصہ وضع کیا ہے۔

آیئے اب عبداللہ بن سبا کے افسانے کی حقیقت کو دیکھا جائے کیونکہ اس کو بڑی شہرت دی گئی ہے اور شیعوں نے برابر اس کا جواب بھی دیا ہے۔ کوئی کمی نہیں ہے مگر مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے ایک بار پھر چھیڑا ہے تو شیعوں کو بتا دینا ضروری ہے کہ اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ ایک افسانہ ہے جو گڑھا گیا تھا اور سب سے پہلے طبری میں آیا اور بعد کے لوگوں نے اس سے نقل بھی کیا اور حاشیہ آرائی بھی کی۔ طبری میں اس قصہ کے بیان کرنے والے ایک بھی فرد قابل اعتماد نہیں ہیں آپ یہ نہ سمجھ لیں کہ شیعوں نے ان کو قابل اعتماد نہیں سمجھا بلکہ علماء اہل سنت نے ان کو اعتماد کے قابل نہیں سمجھا ہے۔

جب ہم اس قصہ کے مصدر کا پتہ چلاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے تاریخ طبری ہی اس قصہ کا واحد مصدر ہے۔ علامہ ابن اثیر المتوفی ۶۳۰ھ ابن کثیر، ابن خلدون وغیرہ دیگر تمام مورخین نے اپنی تاریخیں انھیں کی تاریخ کو سامنے رکھ کر مرتب کیں۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر اپنی تاریخ کامل کے مقدمہ پر یہ سطریں لکھتے ہیں۔

"میں نے اپنی اس کتاب میں وہ تمام باتیں اکٹھا کر دی ہیں جو کسی دوسری کتاب میں یکجا نہیں ملیں گی۔ جو شخص غور و فکر سے کام لے گا وہ ہماری لکھی ہوئی باتوں کی صحت سے ناواقف نہ رہے گا میں نے ابتدا ر تاریخ کی بہت بڑی کتاب تاریخ طبری سے کی ہے جسے امام ابو جعفر طبری نے تصنیف کیا ہے کیونکہ یہی تاریخ تمام مسلمانوں میں بالاتفاق اعتماد و وثوق کے قابل ہے اور اختلافی امور میں اسی کی طرف رجوع کی جاتی ہے چنانچہ اس تاریخ میں جتنے حالات ملے وہ سب لے لئے۔"

اسی طرح مورخ ابو الفدا نے لکھا ہے کہ انھوں نے اپنی تاریخ کو ابن کثیر کی تاریخ کامل سے انتخاب کر کے لکھا ہے۔

اس میں اب کوئی شک نہیں ہے کہ جس نے بھی اس افسانہ کو لکھا اسی تاریخ طبری سے نقل کیا اور جگہ جگہ حاشیہ آرائی بھی کی۔

اب ہم علامہ طبری اور ان کے اس قسم کے قصے بیان کرنے کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتے اس لئے کہ انھوں نے بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں۔ جو کچھ انھوں نے کسی سے سنا لکھ دیا اور بیان کرنے والے کا نام درج کر دیا۔ وہ بات غلط ہے یا صحیح اس کا فیصلہ انھوں نے ناظرین پر چھوڑ دیا ہے۔ اپنی کتاب کے مقدمہ میں انھوں نے یہ لکھ کر اپنی ذمہ داری ختم کر دی ہے کہ:۔

فما یکن فی کتابی ھذا من خبر ذکرناہ عن بعض الماضیین مما یستنکرہ قارئہ او یستشنعہ سامعہ من اجل انہ لم یعرف لہ وجھا فی الصحۃ ولا معنی فی الحقیقۃ فلیعلم انہ لم یوت فی ذالک من قبلنا وانما اتی من قبل بعض ناقلیہ الینا وانما ادینا ذالک علی نحو ما ادی الینا۔

(طبری جلد ۱ صفحہ ۵)

ہم اپنی کتاب میں جو خبر بعض گذرے ہوئے لوگوں کے متعلق ایسی درج کر گئے ہیں جسے پڑھنے والا ناپسند اور سننے والا ناگوار جانتا ہے تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہم نے اپنی طرف سے نہیں لکھا ہے وہ بات ہم نے کسی دوسرے سے نقل کی ہے اور ہمیں جو کچھ معلوم ہوا وہ ہم نے درج کر دیا۔

(طبری جلد ۱ ۔ صفحہ ۵)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ علامہ طبری نے جو کچھ اپنی کتاب میں لکھا ہے اس کی صحت پر انھیں اصرار نہیں۔ انھوں نے بحث و مباحثہ کا دروازہ تحقیق کرنے والوں کے لئے

کو الگ چھوڑ دیا۔ چنانچہ اپنی کتاب میں بہت سی متضاد روایتیں لکھ دیں (جس کا مقام ذکر میں اس کی گنجائش نہیں ہے) اور اس طرح ان سے الگ ہو جانے کے بعد اس کی روایات کی ذمہ داری صرف ان راویوں پر رہ جاتی ہے۔ یہ ضروری ہو گیا کہ ابن سبا کے افسانے کے راویوں کی بھی جانچ کر لی جائے کہ وہ معتبر ہیں یا نہیں۔ طبری کے مطابق راویوں کا سلسلہ اس طرح ہے۔

طبری۔ سری۔ شعیب۔ سیف ابن عمر۔ عطیہ۔ یزید فقعسی

جناب سری کو ابن خراش نے جھوٹا ابن عدی نے واہی کہا ہے اور صراحت کی ہے کہ حدیثیں چرایا کرتے تھے۔ نقاش کہتے ہیں یہ بہت بڑے جعلساز تھے۔ ذہبی نے اس کی دو گڑھی حدیثیں ذکر کی ہیں۔

(میزان الاعتدال جلد ا ص۳۷ لسان المیزان جلد ۳ ص۱۲)

جناب شعیب۔ ذہبی لکھتے ہیں شعیب بن ابراہیم مجہول شخص ہے علامہ ابن عدی لکھتے ہیں یہ مشہور شخص نہیں ہے۔

سیف بن عمر۔ قصۂ ابن سبا اور سبائی لوگوں کی سرگذشت کا نقطۂ مرکزی ہے۔ علمائے حدیث و ماہرین فن رجال نے اس کے متعلق صراحت کی ہے کہ یہ بڑا حدیثیں گڑھنے والا اور اول نمبر کا جھوٹا تھا۔ یہ ملحد و زندیق تھا۔ ثقہ اور معتمد لوگوں کی طرف منسوب کر کے من گڑھت حدیثیں بیان کرتا تھا۔

اختصار کے خیال سے صرف دو چار علمائے اہل سنت کا قول نقل کر رہا ہوں۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ سیف حدیثیں گڑھا کرتا تھا اس کو زندقہ کی تہمت لگائی گئی۔ (میزان الاعتدال جلد ا ص۴۳۸)

ابن ابی حاتم لکھتے ہیں یہ سیف متروک الحدیث ہے بنا بر ایں اس کی بیان کردہ حدیث باطل ٹھہری۔ ہم نے صرف پہچان کی غرض سے یہ حدیث ذکر کی۔

(الجرح والتعدیل جلد ۲ ص۲۷۸ قسم ۱)

طی فرماتے ہیں = سیف بڑا جعلساز تھا۔ سیف تو سب کے نزدیک ضعیف ہے۔

صحیح ترمذی کا شمار صحاح ستہ میں ہے۔ ترمذی نے سیف بن عمر کی صرف ایک حدیث جامع ترمذی میں نقل کی ہے مگر یہ صراحت کر دی ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اسی بنا پر سیف بن عمر ساقط الاعتبار ٹھہرا۔ اس سے زیادہ سیف بن عمر کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

اب جبکہ ان قصہ کے راویوں کے متعلق آپ کی حیثیت معلوم ہو چکی تو اہل سنت کے عالم جناب **ڈاکٹر طہ حسین سابق وزیر تعلیمات حکومت مصر** کے خیالات بھی دیکھ لیجئے جس سے اس خرافات کا حال کھل جائے گا۔

اپنی کتاب **الفتنۃ الکبری** میں تحریر فرماتے ہیں :-

وھذہ قصۃ اکبر رواۃ تأخرون من شأنھا واسرفوا فیھا حتی جعلھا کثیر من القدماء والمحدثین مصدرا لما کان من الاختلاف علی عثمان ولما اورث ھذا الاختلاف من فرقۃ بین المسلمین ما تزال آثارھا بعد وھی قصۃ عبد اللہ بن سبا الذی یعرف بابن السوداء۔ قال الرواۃ کان عبد اللہ بن سبا یھودیا من اھل صنعاء

یہاں ایک قصہ ہے جس میں راویوں نے بہت زیادہ اسراف سے کام لیا ہے یہاں تک کہ بہت سے متقدمین نے اسی کو بنیادی سبب قرار دیا ہے۔ حضرت عثمان سے اختلافات کا اور انہیں اختلافات نے مسلمانوں میں وہ تفرقہ ڈالا جس کے آثار اب تک نہیں مٹے اور وہ قصہ عبد اللہ بن سبا کا جو ابن السوداء کے نام سے مشہور ہے۔

راویوں کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن سبا صنعاء کا ایک یہودی تھا جس کی ماں حبشن تھی

حبشي الام فاسلم في ايام عثمان ثم
جعل ينتقل في الامصار يكيد للخليفة
ويغري به ويحرض عليه ويذيع
في الناس آراء محدثة افسدت
عليهم رايهم في الدين والسياسة
جميعًا قالوا انه ذهب الى البصرة
فلم يكد يستقر فيها حتى
رفع امره الى عبد الله بن عامر
فاخرجه عنها فذهب الى
الشام وهناك لقي اباذر فلام
عنده معاوية في قوله عن مال
المسلمين انه مال الله۔
وتاثر ابوذر بحديث ابن السوداء
فكلم معاوية ثم لقي عبادة
بن الصامت واراد ان يتحدث
اليه بمثل ما تحدث به الى
ابي ذر فتعلق به عبادة وقاده
الى معاوية وخوفه شره على
الشام فاخرجه معاوية من
الشام فذهب الى مصر وفي
مصر وجد ارضا خصبة

حضرت عثمان کے زمانہ میں مسلمان ہوا
پھر شہر بہ شہر گھوم پھر کر اس نے حضرت
عثمان کے خلاف سازشیں شروع
کیں لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتا
اور لوگوں میں ایسے جدید نظریات و
خیالات کی اشاعت کرتا جن کی وجہ سے
لوگوں کے خیالات دین اور سیاست
دونوں کے متعلق خراب ہو گئے۔

رواۃ بیان کرتے ہیں کہ یہ عبداللہ
بن سبا بصرہ گیا وہاں ٹھہرنے بھی نہ پایا
تھا کہ وہاں کے گورنر عبداللہ بن عامر کو
اس کے حالات معلوم ہوئے۔ ابن عامر
نے اسے وہاں سے فوراً نکال باہر کیا وہ
وہاں سے شام چلا گیا وہاں اس کی ملاقات
جناب ابوذر سے ہوئی ان کے سامنے اس
نے معاویہ کی ملامت اور ان کے اس قول
کی نکتہ چینی کی کہ مسلمان کا مال اللہ کا
مال ہے۔ ابوذر ابن سبا کی باتوں سے
بہت متاثر ہوئے اور انھوں نے معاویہ
سے وہی باتیں کہیں جو ابن سبا ان
کے سامنے کہہ چکا تھا پھر یہ ابن سبا

اكيده ومكره وبدعه فكان يتحدث الى الناس بان النبي محمداً احق بالرجعة من عيسى بن مريم ويذكر قوله عزوجل ان الذى فرض عليك القرآن لرادك الى معاد وكان يتحدث الى الناس بان لكل نبى وصيا، وبان وصى النبى محمد هو على وبان عليا خاتم الاوصياء كما ان محمداً خاتم الانبياء والى ابن السوداء يضيف من الناس كل ماظهر

والاختلاف

الفساد في الاسلامية في زمن عثمان ويذهب بعضهم الى انه احكم كيده احكاماً تنظم في الامصار جماعات خفية تستتر

عبادہ بن صامت سے ملا اور ان کے سامنے بھی وہی باتیں کہنا چاہیں جو ابوذر کے سامنے کہہ چکا تھا۔ عبادہ اسے پکڑ کر معاویہ کے پاس لے گئے اور معاویہ کو اس کے فتنہ و فساد اور شر انگیزیوں سے ہشیار کیا معاویہ نے بھی اسے شام سے نکال باہر کیا ابن سبا وہاں سے مصر پہونچا۔ مصر کی زمین کو اس نے اپنے مکر و فریب اور اپنی بدعتوں کیلئے بہت زیادہ سازگار پایا اس نے لوگوں میں پروپیگنڈہ کرنا شروع کیا کہ حضرت محمد مصطفےٰ بہ نسبت حضرت عیسیٰ کے زیادہ سزاوار ہیں دنیا میں دوبارہ پلٹ کر آنے کے اس کی دلیل میں وہ کلام مجید کی یہ آیت پڑھا کرتا ان الذی فرض علیك القرآن لرادك الی معاد (وہ خدا جس نے آپ پر قرآن نازل کیا اور اس کے احکام آپ پر واجب کئے وہ یقیناً آپ کو قیامت تک پلٹانے والا ہے) نیز یہ کہا کرتا کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوا کرتا ہے اور محمد مصطفےٰ کے وصی حضرت علی ہیں اور جسطرح حضرت محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء ہیں علیؑ خاتم الاوصیاء ہیں غرضکہ حضرت عثمان کے زمانہ میں جتنے اختلافات و

بالسعيد وتتمادى فيه وبينها الى الفتنة حتى اذا تهيأت لها الامور وثبت على الخليفة فكان ما كان من الخروج والحصار وقتل الامام۔

ويخيّل الى ان الذين يكبرون من امر ابن سبا الى هذا الحد يسرفون على انفسهم وعلى التاريخ اسرافاً شديداً۔ واول ما نلاحظه انا لا نجد لابن سبا ذكراً في المصادر المهمة التي قصّت امر الخلاف على عثمان فلم يذكره ابن سعد حين قص ما كان من خلافة عثمان وانتقاض الناس عليه ولم يذكره

فسادات بلادِ اسلامیہ میں رونما ہوئے بہت سے لوگ اسی عبداللہ ابن سبا کے سر منڈھتے ہیں کچھ لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے بڑی مضبوطی سے اپنے سازشی منصوبوں کو مرتب کیا شہروں میں خفیہ جماعتیں بنائیں جو پوشیدہ طریقہ پر مکر و فریب کے داؤں اور آپس میں فتنہ و فساد کے منصوبے بنایا کرتیں یہانتک کہ جب ان خفیہ جماعتوں کو اسباب فراہم ہو گئے تو یہ حضرت عثمان کے خلاف بغاوت انکے محاصرہ اور انکے قتل کے واقعات پیش آئے

اور میرا خیال یہ ہے کہ جو لوگ ابن سبا کے معاملہ کو اس حد تک بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں وہ اپنے اوپر بھی انتہائی زیادتی کرتے ہیں اور تاریخ پر بھی سب سے پہلے ہماری نظر تو اس بات پر پڑتی ہے کہ متقدمین علماء کی بڑی بڑی کتابیں جو بعد کے مصنفین کا ماخذ ہیں ان میں ابن سبا کا کوئی ذکر موجود نہیں نہ تو علامہ ابن سعد نے عہدِ عثمان کے واقعات اور ان سے لوگوں کی برگشتگی و برہمی کے سلسلہ میں ابن سبا کا تذکرہ کیا اور نہ علامہ بلاذری نے اپنی کتاب انساب الاشراف میں۔ حالانکہ ہمارے یہاں علامہ بلاذری کی کتاب تمام مصادر و مآخذ

البلاذری فی انساب الاشراف وهو فیما اری اهم المصادر لهذه القصة واکثرها تفصیلاً وذکره الطبری عن سیف بن عمرو وعنه اخذ المورخون الذین جاؤا بعده فیما یظهر	میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے اور اس میں حضرت عثمان کے عہد کے حالات اور لوگوں کی مخالفت اور ان سے ناراضی کا بیان بھی کافی تفصیل سے مذکور ہے صرف علامہ طبری نے ابن سبا کے واقعات کو سیف بن عمرو کے حوالہ سے بیان کیا ہے طبری کے بعد جتنے مورخین آئے سبھی نے طبری ہی سے ابن سبا کے واقعات نقل کیے ہیں۔
ولست ادری اکان لابن سبا خطر ایام عثمان ام لم یکن ولکنی اقطع بان خطره ان کان له خطر، لیس ذا شان وماکان المسلمون فی عصر عثمان لیعبث بعقولهم وارائهم و سلطانهم طاری من اهل الکتاب اسلم ایام عثمان۔ ولم یکد یسلم حتی انتدب لنشر الفتنة واذاعة النکیر فی جمیع الاقطار	ہم نہیں جانتے کہ حضرت عثمان کے زمانہ میں ابن سبا کی کوئی اہمیت تھی بھی یا نہیں لیکن ہمیں اس بات کا ضرور یقین ہے کہ بفرض محال اگر اسے کچھ اہمیت حاصل تھی تب بھی یہ اہمیت کچھ وزن نہیں رکھتی تھی اور نہ حضرت عثمان کے زمانہ کے مسلمان ایسے سادہ لوح تھے کہ ایک یہودی شخص جو تازہ تازہ مسلمان ہوا تھا وہ ان کے عقول و معتقدات سے کھیلنے لگتا۔ یہ یہودی پوری طرح مسلمان بھی نہ ہوا تھا کہ فتنہ و فساد پھیلانے اور اطراف و اکناف عالم میں مکر کا جال بچھانے پر کمربستہ ہوگیا۔ اگر عبداللہ بن عامر گورنر بصرہ یا معاویہ گورنر شام

ولو قد اخذ عبد الله بن عامر او معاوية هذا الرجل الذي كان يهوديا فلم يسلم الا كائدا للمسلمين لكتب احدهما او كلاهما الى عثمان ويبطش به احدهما او كلاهما ولو قد اخذه عبد الله بن سعد بن ابي سرح لما اعفاه من العقوبة التي كاد ينزلها بالمحمدين لولا خوفه من عثمان والذي يكتب الى عثمان يستاذنه في البطش بابن ابي بكر وابن ابي حذيفة وعمار بن ياسر في بعض الروايات خليق الا يعفي من عقوبته رجلا من اهل الكتاب قد اتخذ الاسلام وسيلة لاثارة الفرقة بين المسلمين وتشكيكهم في امامهم بل في دينهم كله۔

اس نام نہاد مسلمان کو جو پہلے یہودی تھا اور محض ازراہِ فریب مسلمان ہوا گرفتار کر لیتے تو یقیناً ایک یا دونوں حضرت عثمان کو اس کی شرارتوں کی اطلاع لکھ بھیجتے اور عامر یا معاویہ یا دونوں ہی اس کی اچھی طرح گوشمالی کر دیتے یا عبد اللہ بن سعد ابن ابی سرح گورنر مصر ہی اس کا قصہ پاک کر دینے کے لئے کیا کم تھا اس نے تو محمد بن ابی بکر اور اور محمد بن ابی حذیفہ تک کو ختم کر دیا ہوتا اگر حضرت عثمان کے خوف سے باز رہا لہذا جو شخص محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ ایسے اشخاص کو نشانۂ تشدد بنانے کے لئے اور بعض روایات کے مطابق عمار یاسر کو مبتلائے عقاب بنانے کے لئے حضرت عثمان سے اجازت مانگ سکتا تھا اس کے لئے ایک یہودی شخص کو کچلنے میں کیا چیز مانع ہو سکتی تھی اور یہودی بھی ایسا جس نے ظاہری طور پر مسلمان ہو کر مسلمانوں میں تفرقہ پردازی کا ارادہ کیا اوران کے امام بلکہ ان کے دین تک میں انھیں مشکوک بنا دیا۔

ولم يكن اليسير من ان
يتتبع الولاة هذا الغادي
ومن ان ياخذوه ويعاقبوه
وهم كانوا مهرة في
تتبع المعارضين و
اخراجهم من ديارهم
وارسالهم الى معاوية
او الى عبد الرحمان
بن خالد بن الوليد

ومن اغرب ما يروى
من امر عبد الله بن سبا
هذا انه هو الذى لقن
اباذر نقده معاوية فيما
كان يقول من ان المال
هو مال الله. وعلمه ان
الصواب ان يقول انه مال
المسلمين ومن هذ التلقين
الى ان يقال انه هو الذى لقن
اباذر مذهبه كله فى نقد
الامراء والاغنياء وتبشير
الكانزين للذهب والفضة

اس سے بڑھ کر آسان بات نہیں
ہوسکتی تھی کہ حضرت عثمان کے عمال وحکام
اس نام نہاد مسلمان ابن سبا کی تلاش
وجستجو کرتے اسے پکڑ کر خوب اذیتیں
پہونچاتے۔ حضرت عثمان کے عمال حکومت
کے مخالفین کی تلاش وجستجو، انہیں وطن سے
نکال باہر کرنے اور معاویہ یا عبد الرحمان
بن خالد بن ولید کے پاس پکڑ کر بھیج
دینے کی عادی بھی تھے۔

اور سب سے بڑھ کر حیرت انگیز وتعجب خیز
بات جو عبد اللہ بن سبا کے متعلق بیان
کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ابن سبا ہی نے
جناب ابوذر کو معاویہ پر اعتراضات تعلیم
کیئے۔ معاویہ کے یہ کہنے پر کہ ان المال
مال اللہ سب مال خدا کا مال ہے
ابن سبا ہی نے جناب ابوذر کو سکھایا
کہ آپ یہ جواب دیجئے کہ انہ مال
المسلمین نہیں یہ مسلمانوں کا مال ہے۔
یہاں تک کہا جاتا ہے کہ جناب ابوذر
کی امرا واغنیا کی مخالفت اور سونا
چاندی ذخیرہ کرنے والوں کو آتش جہنم

بمكاد من نار تكوى بها جباههم
وجنوبهم وظهورهم لا يوجد
امد بعيد، وما عرف اسرافاً
يشبه هذا الاسراف ثم ما كان
ابوذر في حاجة الى طارى
محدث في الاسلام ليعلمه
ان للفقراء على الاغنياء حقوقاً
وان الله يبشر الذين يكنزون
الذهب والفضة ولا ينفقونها
في سبيل الله بعذاب اليم۔
وان المال الذى يكسبه المسلمون
حين يظهرون على العدو
او الذى يؤديه المسلمون الى
بيت المال زكاةً او خراجاً
او الذى يؤديه الذميون الى
بيت المال جزية او خراجاً هو
مال المسلمين يجب ان ينفق
اليهم في القول وان يرد عليهم
بالفعل۔ لم يكن ابوذر بحاجة
الى هذا الطارى ليعلمه هذه
الحقائق الاولية من حقائق

کی دھمکی اور ان کی تمام مذمت و تنقیص یہ
سب ابن سبا کی تعلیم کا نتیجہ تھیں۔ جناب
ابو ذر پر محدثین نے یہ جو زیادتی کی ہے
اپنا جواب نہیں رکھتی ابو ذر ایسا جلیل القدر
صحابی اور سے ایک نو مسلم سکھائے کہ
مالداروں پر فقیروں کا بھی حق ہے اور جو لوگ
سونا چاندی خزانوں میں جمع کر کے رکھتے
ہیں اور راہ خدا میں صرف نہیں کرتے
خدا انھیں دردناک عذاب کی بشارت
دیتا ہے نیز یہ کہ وہ مال جو مسلمان دشمنوں
پر فتحیاب ہو کر حاصل کریں یا جو مال
اہل اسلام بیت المال کو بطور زکوٰۃ یا
خراج ادا کریں یا کفار ذمی بیت المال
میں جو جزیہ یا خراج داخل کریں وہ سب
مسلمانوں کا مال ہے مسلمانوں کو اس
کی اطلاع دینا بلکہ فوراً مسلمانوں پر تقسیم
کر دینا واجب ہے۔

ابو ذر اس کے محتاج نہ تھے
کہ ایک نو مسلم انھیں تعلیم دے انھیں
وہ حقائق تعلیم کرے جو دین اسلام
کی ابتدائی چیزیں ہیں ابو ذر تمام

الاسلام وابو ذر سبق الانصار
جميعاً وسبق كثيراً جداً من المهاجرين
الى الاسلام وقد صحب النبی فاطال
صحبته وحفظ القرآن فاحسن حفظه
وروی السنة فاتقن روایتها
وشهد سیرة النبیؐ وسیرة
صاحبیه فی الاموال والحقوق
وعرف من الحلال والحرام
ما عرف غیره من اصحاب النبیؐ
الذین لزموه فاحسنوا لزومه
فالذین یزعمون ان ابن سبا
قد اتصل بابی ذر فالقی الیه بعض
مقاله یظلمون انفسهم ویظلمون
ابا ذر ویرقون بابن السوداء هذا
الی مکانة ما کان یطمع
فی ان یرقی الیها۔

والرواة یقولون ان اباذر
قال ذات یوم لعثمان بعد رجوعه
من الشام الی المدینة لا ینبغی
لمن ادی الزکاة ان یکتفی بذلک
حتی یعطی السائل ویطعم الجائع

انصار سے پہلے مسلمان ہوئے اور بہت سے
مہاجرین سے بھی پیشتر اسلام لائے مدت
دراز تک پیغمبرؐ کی صحبت میں رہے قرآن
بہت اچھی طرح حفظ کیا پیغمبرؐ کی بیشمار
حدیثیں سنیں اور متیقن طریقہ پران کی
روایت کی، پیغمبرؐ اور حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کی
جو روش اموال وحقوق کے متعلق رہی وہ
اپنی آنکھوں سے دیکھی اور حلال وحرام کو
جسطرح دیگر صحابہ کرام نے پہچانا انھوں
نے بھی پہچانا لہذا جو لوگ یہ گمان کرتے
ہیں کہ عبداللہ بن سبا ابوذر سے ملا اور
اپنے بعض معتقدات ان کے ذہن نشین
کئے وہ اپنے نفس پر بھی ظلم کرتے ہیں اور
جناب ابوذر پر بھی اور عبداللہ بن سبا
کو اس اونچے درجے پر پہونچا دیتے ہیں جس
کا خود ابن سبا نے بھی کبھی تصور نہیں کیا ہوگا۔

راویان حدیث بیان کرتے ہیں کہ
شام سے مدینہ واپس آنے کے بعد ایکمرتبہ
ابوذر نے حضرت عثمان سے کہا مسلمانوں
کے لئے یہی کافی نہیں کہ بس وہ زکوٰۃ دیدیں
بلکہ ان کو چاہیئے کہ حاجتمندوں کو بھی دیں

وينفق في ماله في سبيل الله و
كان كعب الاحبار حاضر هذا
الحديث فقال من ادى الفريضة
فحسبه فغضب ابوذر وقال
لكعب يا ابن اليهودية! ما
انت وهذا!؟ أتعلمنا ديننا ثم
وجاءه بمحجنه فابوذر ينكر
على كعب الاحبار ان يعلمه
دينه' بل ان يدخل في امور
المسلمين حتى بابداء الرأي
مع ان كعب الاحبار كان
مسلما ابعد عهدا بالاسلام
من ابن سبا وكان مجاورا
في المدينة يصبح ويمسي بين
اصحاب النبي وكان معاشرا
لعمر وعثمان ثم لا يتحرج
ان يتلقى من عبد الله بن سبا
اصلا من اصول الاسلام
وحكما من احكام القرآن
فالعجب لرجل من اصحاب النبي
ينكر على كعب ان يجالس

بھوکوں کو کھلائیں اور راہ خدا میں اپنا مال
خرچ کریں اس وقت کعب لاحبار موجود
تھے انھوں نے ابوذر کی گفتگو سن کر کہا جو شخص
فریضہ ادا کرے بس اتنا ہی اس کے لیے
کافی ہے اس پر حضرت ابوذر غضبناک
ہو گئے اور بولے اے یہودیہ عورت کے
فرزند تمھیں اس سے کیا ربط؟ کیا تم ہمیں
ہمارے دین کی تعلیم دینا چاہتے ہو! تو جناب
ابوذر کو یہ تک گوارا نہ تھا کہ کعب لاحبار
دین کی باتیں انھیں بتائیں بلکہ مسلمانوں کے
معاملات میں اپنی رائے سے دخل دیں۔
اور اس پر انھوں نے اپنے عصا سے انھیں
مارا بھی۔ حالانکہ بہ نسبت ابن سبا کے
کعب لاحبار کو اسلام لائے مدتیں گذر
چکی تھیں انھوں نے مدینہ ہی میں سکونت
اختیار کر لی تھی اور صحابہ پیغمبر کے درمیان
صبح و شام ان کا اٹھنا بیٹھنا تھا حضرت عمر
اور عثمان کی صحبت میں ہر وقت رہتے تھے
برخلاف اس کے عبد اللہ بن سبا سے اسلام
کے بنیادی مسائل اور قرآن کے امور کی
احکام سیکھنے پر تیار ہو گئے پیغمبر کے

في الدين ثم يتلقى الدين
نفسه عن عبد الله بن
سبا۔

واكبر الظن ان عبد
الله بن سبا هذا ان كان
كل ما يروى عنه صحيحا۔
انما قال ما قال ودعا الى ما دعا
اليه بعد ان كانت الفتنة
وعظم الخلاف فهو قد استغل
الفتنة ولم يثرها واكبر
الظن كذلك ان خصوم الشيعة
ايام الامويين والعباسيين
قد بالغوا في امر عبد الله بن
سبا هذا ليشككوا في
بعض ما نسب من الاحداث
الى عثمان وولاته من ناحية،
وليشنعوا على علي رضی و شيعته
من ناحية اخرى فيردوا
بعض امور الشيعة الى يهودي
اسلم كيدا للمسلمين،
وما اكثر ما شنع خصوم

جلیل القدر صحابی کی یہ بات کتنی حیرت خیز
ہے کہ کعب جیسے دینی امور میں بحث و تکرار تو انھیں
گوارا نہ تھی اور ابن سبا کی باتیں سیکھنی دل سے
پسند تھیں۔

میرا قوی گمان ہے کہ عبداللہ بن سبا
نے اس کے متعلق جو باتیں بیان کی جاتی
ہیں اگر وہ صحیح بھی ہوں جو کہا سو کہا اور
جو کچھ کیا سو کیا! اس وقت جب فتنہ
رونما ہوا اختلاف پیدا ہو چکا تھا اس نے
فتنہ کی آگ کو صرف بھڑکایا تھا سلگایا
نہیں تھا اسی طرح میرا قوی گمان ہے
کہ امویوں اور عباسیوں کے دور حکومت
میں شیعوں کے دشمنوں نے عبداللہ بن سبا
کے معاملہ میں بہت مبالغہ آمیزی کی۔
اس کے حالات بہت بڑھا چڑھا کر بیان
کئے اس سے ایک فائدہ تو یہ مد نظر تھا
کہ حضرت عثمان اور ان کے عمال کی طرف
جن خرابیوں کی نسبت دی جاتی ہے
اور ناپسندیدہ باتیں جو ان کے متعلق
مشہور ہیں ان کے بارے میں لوگ شک و
شبہ میں پڑ جائیں دوسرا فائدہ یہ کہ علیؓ

الشيعة على الشيعة،
اكثر ما شنع
في خصومهم ...
في امر عثمان وفي غير
عثمان.

اور ان کے شیعہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہوں۔ نہ معلوم شیعوں کے دشمنوں نے شیعوں پر کتنے غلط الزامات لگائے اور نہ جانے شیعوں نے کتنی غلط باتیں اپنے دشمنوں کی طرف عثمان وغیرہ کے معاملہ میں منسوب کیں۔

فلنقف من هذا كله موقف التحفظ والتحرج والاحتياط، ولنكبر المسلمين في صدر الاسلام عن ان يعبث بدينهم وسياستهم وعقولهم ودولتهم رجل اقبل من صنعاء وكان ابوه يهوديا وكانت امه سوداء وكان هو يهوديا ثم اسلم لا رغبا ولا رهبا ولكن مكرا وكيدا وخداعا ثم اتيح له من النجح ما كان يبتغي فحرض المسلمين على خليفتهم حتى قتلوه وفرقهم بعد ذالك او قبل ذالك شيعا واحزابا هذه كلها امور لا تستقيم العقل ولا تثبت للنقد

ہمیں اس مرحلہ پر احتیاط بہت ضروری ہے ہم صدر اول کے مسلمانوں کو اس سے کہیں بلند و برتر سمجھتے ہیں کہ یمن سے آنے والا ایک شخص جس کے ماں باپ یہودی تھے جس کی ماں حبشن تھی جو مدتوں یہودی رہ کر دھوکہ فریب کی خاطر مسلمان ہوا تھا۔ ان کے دین و انتظام مملکت کا مذاق اڑائے۔ ان کی عقل و دولت سے کھیل کھیلے اور اسے اپنے مقاصد میں اتنی خاطر خواہ کامیابی ہو کہ سلطنت کا تختہ الٹ دے اور مسلمانوں کو ان کے خلیفہ سے اتنا برگشتہ کر دے کہ وہ اپنے ہاتھوں ان کے قتل پر آمادہ ہو جائیں۔ یہ سب باتیں عقل میں نہیں آتیں نہ پرکھنے پر درست قرار پاتی ہیں نہ ان پر تاریخ

ولا ينبغي ان تقام عليها امور التاريخ.

وانما الشئ الواضح الذي ليس فيه شك هو ان ظروف الحياة الاسلامية في ذالك الوقت كانت بطبعها تدفع الى اختلاف الرای وافتراق الاهواء ونشأة المذاهب السياسية المتباينة فالمتمسكون بنصوص القرآن وسنة النبي وسيرة صاحبيه كانوا يرون امور الطرء ينكرونها ولا يعرفونها ويريدون ان تواجه كما كان عمر يواجهها في حزم وشدة وضبط للنفس وضبط للرعية والشباب الناشئون في قريش وغير قريش من احياء العرب كانوا يستقبلون هذه الامور الجديدة بنفوس جديدة فيها الطمع وفيها الطموح وفيها الاثرة وفيها الامل البعيد وفيها الهم الذي

کی بنیاد قائم کی جاسکتی ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ اس وقت کی اسلامی زندگی کے حالات ہی کچھ اس کے مقتضی تھے کہ لوگوں کی رائیں مختلف خواہشیں جداگانہ ہوں اور متضاد سیاسی جماعتیں ظہور میں آئیں پرانے زمانے کے لوگ جو ارشادات قرآنی و نبوی اور سیرت شیخین کے پابند تھے وہ بہت سے ناپسندیدہ امور رونما ہوتے دیکھتے اور چاہتے تھے کہ ان کا اسیطرح سامنا کیا جائے جسطرح عمر سامنا کیا کرتے تھے۔ دوراندیشی تشدد و ضبط نفس اور رعایا پر سختی کے ساتھ اور نوجوان و نوخیز لڑکے وہ قریش کے ہوں یا دیگر قبائل کے وہ ان نئے حالات کا نئے نفوس کے ساتھ استقبال کرتے جس میں لالچ بھی ہوتی سرکشی بھی اپنی برتری کا احساس بھی اور لمبی چوڑی آرزوئیں بھی ان کی ہمتیں بھی غیر معمولی طور پر بلند و بالا تھیں اسی وجہ سے ان میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا جذبہ تھا بڑھ جانے کی امنگ تھی صرف حکومت کے عہدوں کے لئے نہیں بلکہ حکومت اور ہر

لا يعرف احد انقف عنده دنيها
من اجل هذا كان التنافس والتزاحم
لا على المناصب وحدها بل عليها
وعلى كل شيء من حولها وهذه
الامور الجديدة نفسها كانت
خليفة ان تدفع الشيوخ والشباب
الى ما دفعوا اليه وهذه اقطار
واسعة من الارض تفتح عليهم
وهذه اموال لا تحصى تجبى لهم
من هذه الاقطار فاي غرابة في
ان يتنافسوا في ادارة هذه الاقاليم
المفتوحة والانتفاع بهذه
الاموال المجموعة! وهذه بلاد
اخرى لم تفتح وكل شيء يدعوهم
الى ان يفتحوها كما فتحوا غيرها
فما لهم لا يستبقون الى الفتح؟ وما لهم
لا يتنافسون فيما يكسبه الفاتحون
من المجد والغنيمة ان كانوا من
طلاب الدنيا ومن الاجر والمثوبة
ان كانوا من طلاب الاخرة؟ ثم
ما لهم جميعًا لا يختلفون في

چیز کے لئے یہ نئے حالات تھے ہی ایسے جو
جوان و پیر دونوں کو ایک رنگ میں رنگ دیں
ممالک ادھر ادھر فتح ہوتے جا رہے تھے
ہر جانب سے بیشمار دولت خراج کے طور پر
سمٹ سمٹ کر آ رہی تھی لہذا اگر وہ ان
ممالک مفتوحہ کے لئے ان کے اموال خراج
سے فائدہ اٹھانے کے لئے باہم مقابلہ کرتے
تو کون تعجب کی بات تھی ابھی تو بہت سے
شہر ایسے بھی باقی تھے جو فتح نہیں ہو پائے
تھے ہر حیثیت سے ان کی کوشش تھی کہ جو
ممالک باقی رہ گئے ہیں وہ بھی ہم فتح کرلیں
دو ہی صورتیں ہیں یا تو اس وقت کے
مسلمان دنیا کے طلبگار تھے یا دین کے
دونوں ہی صورتوں میں کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ
ممالک کی فتح کیلئے بے چین اور ایک دوسرے
پر سبقت لیجانے کی کوشش نہ کرتے۔ طالب
دنیا تھے تو فاتح بننے کا شرف اور مالِ غنیمت
ہی کیا کم وجہ کشش تھا اور اگر طالب دین تھے
تو جہاد کا ثواب اور غازی بننے کی فضیلت
کیا کم تھی۔ پھر نہ تو یہ تعجب خیز ہے کہ اتنی
بڑی سلطنت اور اس بے پناہ دولت کے

بسياسة هذا الملك الضخم
هذا الثراء العريض؟ واى
غرابة فى ان يندفع الطامحون
الطامحون من شباب قريش الى هذه
الابواب التى فتحت لهم ليلجوا منها الى
المجد والسلطان والثراء بل واى
غرابة فى ان يهم [illegible] فى ذلك
شباب الانصار وشباب الاحياء
الاخرى من العرب فى ان تمتلئ
قلوبهم موجدة وحفيظة وغيظا اذا
رأوا الخليفة يحول بينهم وبين هذه
المنافسة ويؤثر قريشا بعظائم الامور
ويؤثر بنى امية باعظم هذه العظائم
من الامور خطرا واجلها شانا؟
والشئ الذى ليس فيه شك
هو ان عثمان قد ولى الوليد وسعيدا
على الكوفة بعد ان عزل سعدا
وولى عبدالله بن عامر على البصرة
بعد ان عزل ابا موسى وجمع الشام
كلها لمعاوية وبسط سلطانه
عليها الى ابعد حد ممكن بعد

انتظام میں اختلاف او نما ہو نہ یہی
اچنبھے کی بات ہے کہ انصار اور دیگر قبائل
کے نوخیز نوجوان قریش کے نوجوانوں پر بازی
لے جانے کے خواہاں ہوں۔ نہ یہ بات تعجب
انگیز تھی کہ ان کے دلوں میں غیظ و غضب حزن
و اندوہ کا طوفان برپا ہو۔ جب یہ دیکھتے
ہوں کہ خلیفۂ وقت ہماری ترقیوں کی راہ
میں حائل ہیں وہ بڑے بڑے عہدے صرف
قریش اور ان میں بھی خاص بنی امیہ کو
دیتے ہیں۔

اس حقیقت میں کسی شک
شبہ کی گنجائش نہیں کہ حضرت
عثمان نے سعد بن ابی وقاص
کو معزول کرکے ولید اور سعید
بن عاص کو کوفہ کا حاکم
مقرر کیا۔ ابو موسیٰ اشعری کو معزول
کرکے عبداللہ بن عامر کو گورنر
بنایا، ملک شام پورا معاویہ کے حوالے
کر دیا اور تقریباً خود مختار اسٹیٹ
کی حیثیت دے دی۔ حالانکہ

ن كانت الشام ولايات تشارك في ايادتها قريش غيرها من احياء العرب، وولى عبد الله بن ابى سرح مصر بعد ان عزل عنها عمرو بن العاص، وكل هؤلاء الولاة من ذوى قرابة عثمان، منهم اخوه لامه ومنهم اخوه فى الرضاعة ومنهم خاله ومنهم من يجتمع معه فى نسبه الادنى الى امية بن عبد شمس۔

وكل هذه حقائق لا سبيل الى انكارها وما نعلم ان ابن سبا قد اغرى عثمان بتولية من ولى و عزل من عزل وقد انكر الناس فى جميع العصور على الملوك والقياصرة والولاة والامراء ايثار ذوى قرابتهم بشئون الحكم وليس المسلمون الذى كانوا رعية لعثمان بدعا من الناس وهم قد انكروا وعرفوا ما يلوا الناس ويعرفون فى جميع العصور۔

(الفتنة الكبرى جلد اول عثمان صـ ۱۳۲ تا ۱۳۶)

اسی شام میں کئی کئی عامل مقرر ہوا کرتے تھے جن میں کچھ قریش کے ہوتے کچھ دوسرے قبائل کے عمرو عاص کو معزول کرکے عبداللہ بن ابی سرح کو گورنر مقرر کیا یہ سب جدید حکام وگورنران حضرت عثمان کے قریبی رشتہ دار تھے کوئی مادری بھائی تو کوئی رضاعی بھائی کوئی ماموں تھا تو کوئی چچا۔ کوئی دور کا رشتہ دار تھا۔

یہ تمام حقائق ایسے ہیں ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ ابن سبا نے لوگوں کو اس بہانے بھڑکایا ہو کہ انھوں نے فلاں کو معزول کیا فلاں کو حاکم بنایا۔ ہر زمانہ کا دستور رہا ہے کہ ملوک و سلاطین نے جب اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دی اپنے عزیزوں کو کلیدی عہدے دیے تو رعایا میں شورش پیدا ہو گئی۔ احتجاج کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ حضرت عثمان کی رعایا دنیا سے نرالی نہ تھی پہلے زمانہ کے لوگ جن باتوں کو پسند کرتے آئے وہی انھوں نے بھی کیا۔

عقیدۂ امامت

عقیدہ امامت اسلام سے جداگانہ شئے نہیں اور نہ شیعوں نے اپنی طرف سے ایجاد کیا ہے بلکہ قرآن کے حکم کے بموجب اور رسول کریم کے ارشادات کے مطابق ہے۔ شیعوں میں امامت اصول دین میں سے ہے۔ جسطرح نبوت ایک الہٰی منصب ہے اسیطرح امامت کے لئے بھی اللہ جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور نبی کو حکم دیتا ہے کہ اس کی امامت کا اعلان اور تصریح فرمادیں۔ نبوت کے بعد امامت کو وحدانیت خدا اور حضرت رسولؐ خدا کی رسالت کی قبولیت کے لئے اسی طرح سے ایک واجب شرط مانا گیا ہے جسطرح نماز کیلئے طہارت کے بعد وضو، تیمم یا غسل شرط ہے پس اگر کسی کا یہ مسئلہ درست نہیں ہے تو اس کا اسلام اسی کی نماز کی طرح سے ہے جو وضو یا تیمم یا غسل کے بغیر ادا کی گئی ہو۔ اور اسی کی سند رسولؐ کریم کی وہ حدیث ہے جسے اسلام کے ہر فرقہ نے صحیح مانا ہے کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ" —— یعنی جو شخص اپنے امام زمانہ کو پہچانے بغیر مرجائے گا تو اس کی موت جاہلیت (یعنی کفر) کی موت ہو گی۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ صـ ۹۶ واکلیل الکرامۃ فی مقصد الامۃ مطبوعہ صدیقی بھوپال صـ ۴)

حدیث میں لفظ پہچاننا بتلا رہا ہے کہ بعد رسالت امامت کی وہ منزل ہوگی جس کے دعویدار۔ حق دار کے علاوہ کچھ غلط لوگ بھی ہوں گے۔ اور ان کے پہچاننے کی ذمہ داری کہ حقیقت میں کون لوگ صحیح امام ہیں۔ ہم پر عائد کی گئی ہے۔

اس بات کا ثبوت کہ اس دنیا میں دو قسم کے امام ہیں۔ خود قرآن مجید سے

جس میں دونوں قسم کے اماموں کی خبر دی گئی ہے۔ ایک امام ہدایت ہے اور دوسرے امام
ضلالت ہے۔ امام ہدایت کی نسبت یوں ارشاد باری ہے۔
جعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا (پ۱۷ سورہ انبیا)
یعنی ہم نے کچھ ایسے امام بنائے ہیں جو ہمارے حکم سے ہدایت کا کام کرتے ہیں۔
امام ناحق کی نسبت یوں ارشاد باری ہے جعلنا ھم ائمۃ یدعون الی النار
(پ ۲۰ قصص)

یعنی (۲) دنیا میں کچھ ایسے بھی امام بنائے گئے ہیں جو لوگوں کو جہنم کیطرف بلاتے ہیں۔
جو حکم خدا سے ہدایت کرتے ہیں ان کے پہچاننے کی ذمہ داری ہم پر ہے اور یہ
ایک ایسا مسئلہ ہے کہ خدا نخواستہ ہم ان ائمہ ہدایت کو نہ پہچان سکے یا پہچاننے
کے بعد ان کی پیروی کرنے کے بجائے غلط لوگوں کی پیروی کی طرف مائل ہو گئے تو
پھر نہ ہمارا اسلام قبول ہوگا اور نہ ایمان۔ اور جب اسلام اور ایمان قبول نہ ہوگا
تو پھر ہمارے اعمال کیسے قبول ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے رسولؐ کریم نے ہماری آنکھیں
کھول دیں اور فرمایا جو اپنے امام زمانہ کو پہچانے بغیر مر گیا وہ کفر کی موت مرا۔
اس کو آپ اسطرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جسطرح کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی قبولیت کے
لئے کلمہ محمدؐ رسول اللہ کا اقرار بہت ضروری ہے بلکہ شرط قبولیت اسی طرح کلمہ لا الٰہ
الا اللہ و محمدؐ الرسول اللہ کی قبولیت کے لئے خدا کے مقرر کردہ صحیح اماموں کو ماننا
اور پہچاننا بھی ضروری ہے بلکہ شرط قبولیت ہے۔

عقیدۂ امامت کا ثبوت قرآن سے

① خداوند عالم نے حضرت آدم کی خلافت کا جب ذکر کیا تو لفظ انی کے ساتھ
ذکر کیا۔ ارشاد باری ہے انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ (پ۱ سورہ بقر رکوع ۴)

یعنی میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں۔ لفظ "انی" صاف بتاتا ہے کہ یہ کام خدا اپنے ذمہ لے رہا ہے۔ سارا واقعہ آپ کو معلوم ہے ملائکہ کا احتجاج کوئی کام نہ آسکا۔

(۲) ارشاد باری ہے یاداؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض۔

(پ ۲۳ سورہ ص رکوع ۲)

یعنی اے داؤد میں تم کو زمین پر خلیفہ مقرر کر رہا ہوں۔

(۳) حضرت ابراہیم ؑ کو جب خلافت کا درجہ مل چکا تو ان کا امتحان لیا گیا اور کامیاب ہونے پر خداوند عالم نے امام بنایا اور اس کو بھی اپنی طرف منسوب کیا۔

ارشاد باری ہے۔

انی جاعلک للناس اماما (پ۱ سورہ بقر رکوع ۱۵)

یعنی اے ابراہیم میں تم کو لوگوں کا امام بنا رہا ہوں

(۴) کلام باری ہے۔

واجعل لی وزیرا من اھلی ھرون اخی

(پ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۲۹ و ۳۰)

میرے کنبہ والوں میں سے میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے جناب موسیٰؑ کا دعا کرنا ہی بتا دیتا ہے کہ اپنا وزیر بنانے کا اختیار جناب موسیٰؑ کو بھی نہ تھا اور اسی لئے ان کو خدا کی اجازت لینی پڑی۔

عقیدہ امامت کا ثبوت حدیث سے

اس موضوع پر سیکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ مرزا سلطان کی کتاب البلاغ المبین پڑھ لیں اور اگر وہ ضخیم معلوم ہو تو جناب مظفر علی خاں کی کتاب حقیقت اسلام اور اس کے صحیح عقائد ہی دیکھ لیں تو آپ کو تشفی ہو جائے گی۔ اس کے باب سولہ کا کچھ حصہ نقل کر رہا ہوں۔ جناب مظفر علی خاں صاحب نے بارہ کتب اہلسنت کے ناموں کی تفصیل درج کی ہے جن میں بارہ اماموں

(۱) ینابیع المودۃ باب ۷۶ مولفہ عالیجناب شیخ سلیمان الحنفی امام قسطنطنیہ

(۲) صحیح بخاری از امام حافظ محمد بن اسمٰعیل بخاری کتاب الاحکام پ۱۵

(۳) صحیح مسلم از امام مسلم نیشاپوری کتاب الامارہ الجزء السادس ص۳

(۴) تاریخ الخلفاء از علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ

بر سلسلہ فضائل اہلبیت النبیؐ

(۵) مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص۳۹۸

(۶) فتح الباری از علامہ ابن حجر عسقلانی الجزء الثالث عشر ص۱۸۱ و ۱۸۴

جناب مظفر علی خاں صاحب نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۴ پر ان بیشمار احادیث میں سے پانچ احادیث لکھی ہیں جن میں سے میں صرف تین نقل کر رہا ہوں جو ساری اہلسنت حضرات کی کتابوں سے ہیں۔

حدیث ۱۔ صحیح بخاری کتاب الاحکام پ۱۵ و صحیح مسلم کتاب الامارہ الجزء السادس ص۳ و مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص۳۹۸ و سنن ابی داؤد کتاب المہدی جلد ۱ و فتح باری از علامہ ابن حجر عسقلانی الجزء الثالث عشر ص۱۸۱

و ص۱۸۴ و ص۱۸۵ اور اشعۃ اللمعات از عبدالحق دہلوی جلد چہارم ص۳۴۱ میں ایک حدیث رسول اسطرح لکھی ہے جس کے راوی جابر ابن سمرہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ ایک مرتبہ حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے حضرت رسولؐ خدا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اسلام ختم نہ ہوگا جب تک کہ اس میں میرے بارہ خلیفہ پورے نہ ہو جائیں۔

حدیث ۲ ۔ کتب اہل سنت میں سے ینابیع المودۃ در روضۃ الاحباب و شواہد النبوۃ و تاریخ الخلفاء میں اور ضمیمہ جات مقبول احمد صاحب دہلوی کے ص۳۱ پر بھی یہ روایت درج ہے کہ جب قرآن مجید کی آیت یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (پ۵ سورۃ نساء آیت ۵۹) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے ایمان لانے والو تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی بھی" تو جابر ابن عبداللہ انصاری ناقل ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اللہ اور رسول کو تو پہچان لیا لیکن یہ اولی الامر کون لوگ ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ اے جابر وہ میرے بعد میرے خلیفہ اور مسلمانوں کے امام ہیں جن کی تعداد بارہ ہے کہ اول ان میں سے علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ پھر ان کے فرزند حسنؑ ہیں پھر حسینؑ ہیں پھر علی ابن الحسینؑ اور اے جابر تم عنقریب ان سے ملاقات کرو گے پس جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے میرا اسلام کہنا۔ پھر جعفر ابن محمد الصادق۔ پھر موسیٰ ابن جعفر۔ پھر علیؑ ابن موسیٰ۔ پھر محمد ابن علیؑ پھر علیؑ ابن محمد پھر حسنؑ ابن علی اور پھر میرا ہمنام اور ہم کنیت۔ اللہ کی زمین پر اللہ کی حجت اور اللہ کے بندوں میں اللہ کا بقیہ محمد بن الحسن المہدیؑ ہونگے۔ یہ محمد بن الحسن وہی شخص ہوں گے جن کے ہاتھوں پر خدائے تعالیٰ مشرق و مغرب

کو فتح کرے گا اور یہی وہ ہیں جو لوگوں سے اتنی مدت تک غائب رہیں گے کہ ان کی
غیبت کے زمانہ میں ان کی امامت کا قائل اس شخص کے سوا اور کوئی نہ ہوگا جس کے
قلب کا امتحان خدائے تعالیٰ ایمان سے لے چکا ہے۔ جابر کہتے ہیں رسول اللہ
آیا لوگ ان کی غیبت میں بھی ان سے فائدہ حاصل کریں گے؟ فرمایا ہاں۔ اس کی
قسم جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے وہ لوگ ان کی غیبت کے زمانہ
میں بھی ان کے نور سے اسیطرح نفع اٹھائیں گے جسطرح آدمی سورج سے اس وقت
فائدہ اٹھاتا ہے جبکہ بادل اسے چاروں طرف سے ڈھانپ لیتا ہے۔

حدیث ۳ ۔ علماء اہل سنت میں سے اس روایت کو بھی عالیجناب
شیخ سلمان الحنفی قندوزی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ کے باب ۷۶ میں بحوالہ
فرائد السمطین علامہ حموینی تحریر کیا ہے جسے جناب راحت حسین صاحب
گوپالپوری نے بھی اپنی تفسیر انوار القرآن میں بسلسلہ تفسیر بقر صفحہ ۸ تا صفحہ ۱۱ درج
کیا ہے وہ اس طرح کہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک روز نعثل یہودی حضرت رسول
عالم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں آپ سے چند چیزیں دریافت کرنا چاہتا ہوں
اگر آپ ان کا صحیح جواب دیں گے تو میں اسلام قبول کر لوں گا۔ حضرتؐ نے ارشاد
فرمایا کہ جو چاہو دریافت کرو (اس نے پہلے وحدانیت خدا کی نسبت چند سوالات
کئے اور حضرتؐ نے اسے شافی جواب دیا جس سے اس کی تسلی ہوگئی تو پھر اس نے
پوچھا کہ اب یہ بتائیے کہ آپ کے وصی اور خلیفہ کون ہیں؟ تو حضرت نے جواب دیا کہ
میرے پہلے وصی علی ابن ابی طالب ہیں۔ ان کے بعد یکے دیگرے ان کے دونوں
فرزند حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے نو امام ہیں جو حسینؑ کی
نسل سے ہوں گے۔ پھر اس نے کہا اے محمدؐ ان سب کے نام بتلائیے۔ (حضرت نے
تمام اماموں کے نام تفصیل کے ساتھ وہی بتلائے جن کو میں اسکے قبل کی حدیث ۲

میں درج کر چکا ہوں (اور کہا) ۔ میرے بارہ وصی ہیں۔ ان میں کا میرا بارہواں وصی خلائق کی نظروں سے ایک مدت کے لئے غائب ہو جائے گا اور جب میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف نشان باقی رہ جائے گا اس وقت خداوند عالم کے حکم سے وہ ظاہر ہو گا اور اسلام کو ظاہر و تازہ یعنی دوبارہ زندہ کرے گا۔ جو لوگ میرے ان اوصیاء سے محبت اور ان کی پیروی کریں گے وہی ہدایت پر رہیں گے اور جو مخالفت کریں گے وہ جہنم میں جائیں گے۔

اگر ان احادیث کے بعد بھی آپ کی تشفی نہیں ہو سکی ہے تو میں گذارش کرونگا کہ آپ حجۃ الاسلام آقائی محمد اسمٰعیل رجبی مدظلہ کی کتاب کا ترجمہ "مہدی موعود" جو جناب سید غلام حسنین کرارادی صاحب نے کیا ہے ضرور پڑھ لیں اس میں جید علمائے اہلسنت کی کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے جن کا عقیدہ رہا ہے کہ مہدی موعود نے غیبت اختیار کی ہے اور خدا کے حکم سے اس وقت ظہور کریں گے جب دنیا ظلم وجور سے بھر جائے گی اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے میں دو ایک اس میں نقل کرتا ہوں ۔

امام آخرالزماں کے متعلق اہلسنت کا عقیدہ

مولانا محمد منظور نعمانی نے اس ملکوتی شخصیت جو آفاقی اور عالمگیر ذمہ داریوں کی حامل ہے کو افسانہ بنا یا ہے۔ اگر مولانا کو ایسے برگزیدہ شخصیت جس کے کاندھوں پر خدائی منصب کا بار رکھا گیا ہے اس سے انکار ہے تو بتائیں کہ قرآن کریم کے اس وعدہ "لیظہرہ علی الدین کلہ" کو کون پورا کرے گا۔ قرآن وعدہ کر رہا ہے کہ ادیان عالم پر اسلام کو غالب وکامراں کرے گا چاہے کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

اس موقع پر کتنی کتابیں چھپ چکی ہیں جن میں مفصل حالت لکھے جا چکے ہیں میں صرف ایک کتاب "مہدی موعود" جو جناب حجۃ الاسلام آقائی محمد اسمٰعیل رجبی مدظلہ، نے لکھی ہے اور جس کا ترجمہ سید غلام حسنین کراروی صاحب نے کیا ہے کے کچھ حصہ کو آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے حقیقت واضح ہو جائیگی۔

"مہدی موعود" اہلسنت کے ابتدائی ماخذ و آثار میں

اکثر روایات میں جو حضرات علماء اہل تسنن نے مہدی علیہ السلام کے بارے میں پیغمبر اکرم سے نقل کی ہیں ان میں یہ موجود ہے کہ مہدی نسل امام حسینؑ میں سے ہونگے اور ساتھ ہی ان علامتوں اور خصوصیتوں کو بھی درج کیا ہے جو اس موقع پر زبانِ پیغمبرؐ سے بیان کی گئی تھیں۔ یہ ساری روایتیں تقریباً پیغمبر اکرمؐ کے جلیل القدر صحابہ سے مروی ہیں اور برادرانِ اہل سنت کی قدیم ترین اور معتبر کتابوں میں درج ہے جیسے صحاح ستہ۔ البتہ امام نسائی کی "سنن" اس سے مستثنیٰ ہے جو احکام دینی و فقہ اسلامی سے متعلق حدیثوں پر مشتمل ہے ان کتابوں میں سب سے قدیم کتاب جو

ہم تک پہونچی ہے وہ مسند احمد بن حنبل ہے جس میں انھوں نے "مہدی" سے متعلق پائی جانے والی حدیثوں کو ضبط فرمایا ہے۔ احمد بن حنبل برادرانِ اہل سنت کے فقہی مکاتب میں حنبلی مکتب کے پیشوا اور امام ہیں۔

(۱) انکے بعد محمد بن اسماعیل بخاری ہیں۔ ان کا انتقال ۲۵۶ھ میں ہوا۔ جس سال امام زمانہ حضرت مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اپنی "صحیح" کے کتاب الاحکام میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ پیغمبر کے بعد بارہ امام و پیشوا ہوں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے اور دین اسلام کی عزت و آبرو انھیں پیشواؤں کے وجود سے قائم و برقرار رہے گی۔

(۲) اس عہد میں مسلم بن حجاج نیشاپوری ۲۶۱ھ نے بھی جنھوں نے بخاری کی طرح اس بات پر زور دیا کہ مہدی کا نام نہ آنے پائے پھر بھی اپنی کتاب صحیح کی کتاب الفتن و اشراط الساعۃ اور باب نزول عیسیٰ میں ان احادیث کے کچھ حصوں کو نقل کیا ہے۔

(۳) ابن ماجہ قزوینی متوفی ۲۷۳ھ نے اپنی کتاب "سنن" میں جس کا شمار صحاح ستہ میں ہے ایسی حدیثوں کے لیے ایک مستقل باب بنام "باب خروج مہدی" قرار دیا ہے۔

(۴) ابو داؤد سیستانی متوفی ۲۷۵ھ نے اپنی کتاب "سنن" میں "موعود اسلام" سے متعلق روایتوں کو ایک مقام پر جمع کر کے اسے "کتاب المھدی" کا عنوان دیا ہے۔

(۵) یہ وہی عہد تھا جب ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے اپنی سنن کے کتاب الفتن کے باب "ماجاء فی المھدی رضی اللہ عنہ" میں ان روایتوں کو جمع کیا جو حضرت مہدی سے متعلق ہیں۔

(۶) حمداللہ متوفی ۷۳۰ھ اپنی تاریخ گزیدہ میں لکھتے ہیں ۔۔
المھدی محمد بن حسن العسکری ۔۔ بن علی المرتضیٰ
بارھویں امام ہیں اور چہاردہ معصومین کی آخری فرد ہیں ۔
نیمہ شعبان شب بخشنبہ ۲۵۵ھ میں سامرہ میں پیدا ہوئے جب نو
سال گذر گئے تو ماہ رمضان ۲۶۴ھ میں سامرہ میں غیبت اختیار کر لی ۔

(۷) ۔ حافظ ذہبی مشہور مورخ متوفی ۷۴۸ھ اپنی کتاب
"کتاب العبر" میں ۲۶۰ھ کے ذیل میں لکھتے ہیں :۔ اس سال
حسن بن علی بن محمد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بارہ اماموں میں سے ایک امام جنہیں
شیعہ معصوم سمجھتے ہیں ' انھوں نے وفات پائی ۔ وہ منتظر محمد صاحب سرداب
کے پدر بزرگوار تھے ۔

(۸) ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ کتاب "صواعق محرقۃ" میں
لکھتے ہیں ـــــ ابوالقاسم محمد الحجۃ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت پانچ
سال کے تھے ۔ اس کم سنی میں خداوند قادر و توانا نے انھیں حکمت کا درس
دیا تھا انھیں قائم منتظر بھی کہتے ہیں ۔ (صواعق صفحہ ۲۰۶ طبع قاہرہ)

(۹) علی متقی ہندی مکی مولف کنز العمال کتاب ۔۔۔
"حسام الدین فی المرقاۃ در شرح مشکلات" میں جہاں ائمہ طاہرین
کا تذکرہ کرتے ہیں وہیں تحریر فرماتے ہیں ـــــ ان ائمہ میں سب سے پہلے امام علی
ان کے بعد امام حسن ۔۔۔ ان کے بعد حسن عسکری اور پھر ان کے بعد محمد المھدی
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں (موعودیکہ جہاں در انتظار اوست)

(۱۰) محمد بن ابراہیم حموینی شافعی کتاب "فرائد السمطین" میں
اور ان کے بعد ان کے فرزند حسن عسکری اور ان کے بعد ان کے فرزند محمد الحجۃ

المہدی المنتظر ہیں جو زمانہ غیاب وظہور میں واجب الطاعۃ امام ہیں
(موعود دیگر جہاں در انتظار اوست)

(۱۱) سبط ابن جوزی اپنی کتاب "تذکرہ خواص الامۃ" میں لکھتے ہیں۔ فصل م ح م د امام حسن بن علی بن محمد ـــ بن علی ابن ابی طالب کے فرزند ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ اور ابوالقاسم، خلف و حجت، صاحب الزماں اور قائم و منتظر القاب ہیں۔ وہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے آخری امام ہیں۔ عبدالعزیز بن محمود بن بزاز نے ہمارے لئے عبداللہ عمر سے روایت کی ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا :- میرے فرزندوں میں سے ایک شخص آخری زمانے میں ظہور کرے گا جس کا نام میرا نام ہوگا اور جس کی کنیت میری کنیت ہوگی وہ زمین عدل و انصاف سے اسطرح بھر دے گا جسطرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی اور وہ مہدیؑ ہے۔

یہ حدیث وہ مشہور حدیث ہے جسے ابو داؤد اور زہری نے اسی مضمون کے ساتھ علیؑ سے روایت کی ہے اور پیغمبر اکرم نے یہ بھی فرمایا کہ اگر دنیا کی عمر میں ایک دن سے زیادہ باقی نہ رہ ہے تو خداوند عالم اس دن میرے خاندان میں سے کسی ایسے شخص کو اٹھائے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے۔

(تذکرۃ الخواص الامہ صفحہ ۳۶۴ طبع نجف)

(۱۲) ملک عبدالعزیز بن سعود : ہمارے عہد کے بادشاہان حجاز کا پہلا بادشاہ جو اپنے مذہبی تعصب میں عالمگیر شہرت کا حامل تھا مصلحت دیکھتے ہوئے اس نے حجاز کے بزرگ علماء کو حکم دیا کہ چاروں خلفاء عشرۂ مبشرہ، چاروں فقہاء کے نام سنہرے حروف سے بڑے بڑے دائروں میں بندی پر مسجد نبوی کی جدید عمارت میں لکھا جائے۔ ان اسماء کے علاوہ

بارہ اماموں میں سے ہر ایک امام کا انکے مخصوص لقب کے ساتھ اسطرح لکھا گیا جسطرح
شیعہ معتقد ہیں۔ وہ اس طرح :
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ، حسین الشہید
رضی اللہ عنہ، علی زین العابدین رضی اللہ عنہ، محمد الباقر رضی اللہ عنہ، جعفر الصادق
رضی اللہ عنہ، موسیٰ الکاظم رضی اللہ عنہ، علی الرضا رضی اللہ عنہ، محمد التقی رضی اللہ عنہ،
علی النقی رضی اللہ عنہ، حسن العسکری رضی اللہ عنہ، محمد المہدی رضی اللہ عنہ
(دانشمندان عامہ مہدی موعود ص ۱۵۸)

اب میں اور زیادہ طول نہیں دینا چاہتا ہوں۔ صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ
کچھ لوگ اپنے ہیں جو ابنِ حبیبی کہے جاتے ہیں۔

استاد ذہبی شیعوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ امام مہدیؑ کے ظہور کے
قائل ہیں۔ ہم اس کے جواب میں اہل سنت کے ایک بزرگ ترین عالم علامہ
ابن حجر کو پیش کریں گے ان سے جب ان لوگوں کے متعلق پوچھا گیا جو مدعی ہیں کہ
مہدیؑ موعود فوت ہو چکے ہیں اور اسی وجہ سے وہ مہدیؑ منتظر کے ظہور فرمانے
سے انکار کرتے ہیں تو ابن حجر نے فتاوائے حدیثیہ میں جواب دیا

> یہ لوگ امام مہدیؑ کا انکار کرتے ہیں جن کے آخر زمانہ میں ظہور فرمانے
> کا وعدہ کیا جا چکا ہے درانحالیکہ ابو بکر اسکانی کی حدیث میں وارد
> ہوا ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا جس نے دجال کو جھوٹ سمجھا وہ کافر ہوا
> اور جس نے مہدیؑ کو جھوٹ سمجھا وہ کافر ہوا۔ یہ امام مہدیؑ کا انکار
> کرنے والے صریحی طور پر پیغمبرؐ خدا کی اس حدیث کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔
> ڈر ہے کہ یہ لوگ کافر نہ ہوں۔

اس سلسلہ میں اگر آپ کو اور دوسرے جوابات دیکھنے کی خواہش ہو تو آپ

اصلاح (بہار) سے چھپی کتاب "شیعہ کون ہیں اور کیا ہیں"
صفحہ ۴۹۶ تا ۵۰۰ پر دیکھ لیں۔

غدیر خم

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے اپنی اس کتاب کے صفحہ ۳۸ تا ۴۰ پر لکھا ہے کہ مذہب شیعہ کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ رسول اللہؐ نے اللہ کے حکم سے حجۃ الوداع سے واپسی میں غدیر خم کے مقام پر حضرت علیؑ مرتضیٰ کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ و جانشین اور امت کا دینی و دنیوی امام اور سربراہ نامزد فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ اگر غدیر خم کے اس افسانہ کو حقیقت مان لیا جائے تو شیخین اور عام صحابہ کرام (معاذ اللہ) ایسے ہی مجرم قرار پائیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کے کفر و ارتداد اور جہنمی و لعنتی ہونے میں کیا شبہ۔

غدیر خم میں رسول اللہؐ کا حضرت علی کے متعلق اعلان کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے اور معتبر و مستند کتب اہلسنت والجماعت میں تذکرہ موجود ہے۔ تیرہ کتابوں کا نام جناب مظفر علی خاں صاحب ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس آنریری جنرل سکریٹری انجمن ایمانیہ دریاباد الہ آباد نے اپنی کتاب "فاطمہ زہرا کی سوانح عمری" صفحہ ۲۰۱ پر لکھا ہے۔ آگے آپ لکھتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت کی تفسیر۔ تفسیر در منثور میں علامہ جلال الدین سیوطی نے متذکرہ بالا آیت یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ (پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۶۷) کی تفسیر میں درج فرمایا ہے

کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسولؐ کو (علی کی جانشینی کے اعلان کرنے کی نسبت) یہ خوف ہوا کہ کہیں قوم میری اس رسالت کو بھی حکم مودت کی طرح میرے نفس کی طرف نہ منسوب کرے۔ تاہم آپ نے دہیں حج میں ناقہ قصودی پر سوار ہو کر قوم کی طرف خطاب کرکے یہ ارشاد فرمایا کہ "یا ایہا الناس" اب میرا زمانہ رحلت قریب آگیا ہے۔ لیکن میں تمہاری ہدایت اور رہبری سے غافل نہیں ہوں۔ میں تمہاری رہبری اور ہدایت کے لئے تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر میرے بعد تم ان کو اپنا ہادی اور رہبر بناؤگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ دو چیزیں ایک کتاب خدا اور دوسری میری عترت اور اہلبیت ہے۔ ان دونوں چیزوں میں کبھی جدائی نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ یہ دونوں چیزیں مجھ سے حوض کوثر پر ملیں پس تم لوگ ان دونوں چیزوں کا لحاظ رکھنا اور خیال رکھنا کہ میرے بعد تم ان سے کس طرح سلوک کرتے ہو

اس کے بعد علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں کہ اتنا فرمانے کے بعد حضرت رسولؐ نے ارادہ فرمایا تھا کہ مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد علیؑ کی خلافت کا باقاعدہ اعلان کردوں گا لیکن جب حج سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت رسولؐ مدینہ منورہ کو واپس ہو رہے تھے اور جب آپ کی سواری ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ مطابق ۲۱ مارچ سنہ ۶۳۲ء بروز پنجشنبہ خم غدیر کے مقام پر پہونچی کہ جہاں تک حضرت کے ہمراہ مجمع تھا (اس لئے کہ یہاں سے سبھوں کی واپسی کے لئے ایک ہی راستہ تھا اور یہیں سے مختلف سمتوں کو جاتے تھے۔ اور اسی مقام سے لوگ حضرت رسول سے جدا ہونے والے تھے) تو جبریل امین یہ آیت لائے جو پ۶ سورہ مائدہ رکوع ۱۰ پر ہے يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ

مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝"
جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے رسولؐ جو حکم آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی آپ کی تبلیغ کر دیجئے۔ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو (گویا) آپ نے کوئی کارِ رسالت ہی انجام نہیں دیا۔ اللہ آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ خدا کافروں کی ہدایت نہیں کرتا"
جب یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے وہیں اسی مقام پر قیام کر دیا حالانکہ وہ مقام کسی قافلہ کے ٹھہرنے کا نہ تھا اور نہ وہ وقت ٹھہرنے کا کوئی وقت تھا۔ عین دوپہر کے وقت یہ حکم حضرت رسولؐ کو ملا تھا۔ حضرت کے ٹھہر جانے اور ان کے حکم سے تمام ان کے ساتھی بھی وہیں اتر پڑے۔ اسی وقت دھوپ کی شدت اور گرمی کی حدت کا یہ عالم تھا کہ لوگ پالانوں، چادروں اور عباؤں پر کھڑے تھے اور اونٹ کے سائے میں پناہ لے رہے تھے۔
الغرض حضرت کے حکم سے غدیر کا میدان صاف کیا گیا۔ ببول کی جھاڑیاں کاٹی گئیں۔ ایک کشادہ خیمہ نصب کیا گیا اور پالان شتر کا ایک نہایت بلند و بالا شتر زینہ کا ممبر بنایا گیا حی علیٰ خیر العمل کی آواز دلوا کر لوگوں کو قریب جمع کیا گیا۔ جو لوگ آگے بڑھ گئے تھے ان کو واپس لوٹایا گیا اور جو پیچھے رہ گئے تھے ان کا انتظار کیا گیا۔ پہلے نماز با جماعت ادا کی گئی بعدہ حضرت رسولؐ حضرت علیؑ کو لے کر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ نہایت فصیح و بلیغ ارشاد فرمایا جس میں حمد باری تعالیٰ کرنے کے بعد پہلے اپنی وفات کی خبر دی کہ میری وفات کا زمانہ اب قریب آگیا ہے۔ اس کے بعد اپنے اہلبیتؑ طاہرین کے فضائل و مناقب کا اظہار کیا اور ان کی اطاعت و تابعداری پر تمام امت کو تاکید فرمائی۔ پھر آیات قرآنی کی تلاوت فرما کر حضرت علیؑ کے ولی خدا ہونے، نماز قائم کرنے کی

حالت رکوع میں خیرات دینے اور ہر جنگ اور مشکل میں رسولؐ اور اسلام کی فداکارانہ مدد کرنے کی یاد دلاکر حکمِ خدا سنایا کہ خدا نے حضرت علیؑ کو میرا وصی اور امت کا امام مقرر فرمایا ہے اور حضرت علیؑ کی اطاعت ہر مسلمان پر واجب کی ہے اور فرمایا ہے کہ میں تم لوگوں کو خبر کر دوں کہ جو مسلمان ان کی امامت کا قائل ہوگا اور ان سے محبت رکھے گا خداوند عالم اسی پر رحم فرمائے گا اور اسی کو بخشے گا اور جو ان کی امامت سے انکار کرے گا اور ان سے بیوفائی کرے گا یقینی طور سے وہ عذاب کیا جائے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔

بعد اس کے حضرت رسولؐ نے پورے مجمع سے سوال کیا کہ آیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ حاکم اور اولیٰ بالتصرف ہوں یا نہیں؟ اور اس سوال کو حضرت نے تین مرتبہ تکرار کر کے پوچھا اور جب سب نے تینوں مرتبہ جواب دیا کہ بے شک آپ ہمارے نفسوں پر ہم سے زیادہ حاکم اور اولیٰ بالتصرف ہیں تو حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو دونوں ہاتھوں کے ذریعہ اتنا بلند فرمایا کہ حضرت کی سپیدی زیر بغل نمایاں ہوئی اور فرمایا کہ "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" "یعنی جس کا میں مولا ہوں علیؑ اس کے مولا ہیں" پھر خدا سے ان الفاظ کے ساتھ دعا فرمائی کہ خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو دوست رکھے علی کو اور دشمن رکھ اس کو جو دشمن رکھے علیؑ کو" شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ حصہ دوم میں اس واقعہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے متذکرہ الفاظ کے بعد یہ بھی فرمایا کہ ۔ ۔ ۔

"خداوندا تو حق کو اس طرف موڑ جس طرف علی پلٹیں"

بعد اس کے حضرت رسولؐ نے امت کو حکم دیا کہ حاضرین کا یہ فرض ہے کہ اس خبر کو غائبین تک پہونچائیں۔

اور ہر باپ اپنے بیٹے کو قیامت تک یہ خبر پہونچاتے رہیں۔ سارے مجمع نے آواز دی
کہ یا رسول اللہ ہم نے آپ کا ارشاد سنا اور ہم امر خدا اور رسول کے دل و جان
سے فرمانبردار ہیں۔ تمام مسلمانوں نے حضرت علیؑ کو مبارکباد پیش کیا۔ اور
حضرت عمر نے جن الفاظ میں مبارکباد دی وہ آج تک کتب اسلامی میں درج ہے
"بخٍ بخٍ لکَ یا ابن ابی طالب اصبحت مولائی و مولا کل مومن و مومنۃ"
یعنی مبارک ہو مبارک ہو اے ابوطالب کے فرزند کہ آج آپ نے اس حالت میں صبح کی
کہ آپ میرے اور تمام مومنین و مومنات کے مولا بن گئے (ریاض النضرہ محب الدین
طبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۹ و سر العالمین امام غزالی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۹ وغیرہ وغیرہ)

امام اہلسنت امام حنبل نے اپنی مسند جلد ۴ صفحہ ۲۸۲ و علامہ سبط ابن جوزی نے
تذکرہ خواص الامت الباب الثانی صفحہ ۱۷ و صفحہ ۱۸ پر و ملا علی متقی نے کنز العمال
جلد ۶ صفحہ ۳۹۰ پر و علی ابن برہان الدین حلبی نے سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۸ پر و
شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے قرۃ العینین صفحہ ۲۰۷ پر و علامہ غیاث الدین
ہروی نے حبیب السیر مطبوعہ قدیمی چھاپ بمبئی جلد جز سوئم صفحہ ۴۶ و صفحہ ۴۷ پر اور
جناب سید شہاب الدین احمد صاحب نے اپنی کتاب توضیح الدلائل علی
ترجیح الفضائل باب مناقب علیؑ ابن ابی طالب میں اس مندرجہ بالا واقعہ کو لکھنے کے
بعد مختصر یا تفصیل کے ساتھ اس خطبہ کو بھی لکھا ہے جو حضرت رسولؐ نے خم غدیر
کے میدان میں ارشاد فرمایا تھا جیسے عالیجناب محمد ذکی صاحب قزلباش نے
اپنی کتاب "خم غدیر" کے صفحہ ۳۹ تا صفحہ ۴۴ پر اور علامہ سپہر کاشانی صاحب نے
اپنی ناسخ التواریخ کے جلد ا کے صفحہ ۹۰۴ پر بھی پوری تفصیل کے ساتھ درج
فرمایا ہے۔ پورے خطبہ کو طول کی غرض سے چھوڑتا ہوں۔ اس کا کچھ حصہ
نقل کر رہا ہوں۔

"اے لوگو جو کچھ خدا نے مجھے علم دیا ہے وہ سب میں نے علی کو تعلیم کر دیا ہے پس علم سے جو مجھے ملا معلوم ہے کچھ باقی نہیں ہے جو میں نے علیؑ کو نہ سکھا دیا ہو۔ یہ وہی امام مبین ہے جن کا ذکر خداوند عالم نے سورہ یٰسین میں کر دیا ہے۔

کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۝

یعنی ہم نے ہر چیز کا علم امام مبین کو دیدیا ہے۔

اسی خطبہ میں یہ بھی ہے کہ

اور میری (رسولؐ) ذریت علی کے صُلب سے پیدا ہوگی۔ بس جو لوگ اسے اور اس کے جانشینوں کو میری اولاد سے جو اس کے پشت سے ہوں گے قیامت تک امام نہ مانیں گے تو ان کے اعمال حبط کر دیئے جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے نہ انھیں مہلت دی جائے گی اور ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔

اس سلسلہ میں اہلسنت کے ایک مشہور عالم سید علی ہمدانی نے اپنی کتاب مودۃ القربیٰ طبع بمبئی صفحہ ۱۶ پر حضرت عمر کے متعلق ایک واقعہ اس طرح نقل کیا ہے جس کے ناقل خود حضرت عمر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت رسولؐ حضرت علیؑ کو اپنے دونوں ہاتھوں پر بلند فرما کر یہ اعلان کر رہے تھے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔ اس وقت میری بغل میں ایک خوبصورت اور خوشبودار جوان تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اے عمر۔ اس وقت حضرت رسولؐ نے علی کی ولائت اور وصائت کی نسبت ایک ایسی مضبوط گرہ باندھ دی ہے جس کو وہی شخص کھولے گا جو منافق ہوگا۔ پس اے عمر۔ تم ڈرو کہ کہیں تم ہی اس گرہ کے کھولنے والے نہ ہو (حضرت عمر کہتے ہیں) یہ سن کر جب میں حضرت رسول کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے اس جوان کے قول کو نقل کیا جو اس نے مجھ سے کہا تھا۔ تو یہ سن کر حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اے عمر وہ کوئی

آدمی نہ تھا بلکہ جبرئیلؑ امین تھے۔ انھوں نے چاہا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کی تم سے تاکید کر دیں۔

جناب ابواسحاق صاحب ثعلبی نے اپنی تفسیر میں قرآن کی اس آیت سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ" (یعنی ایک سائل نے خدا سے خود سے اپنے عذاب کی خواہش کی جو کفار کے لئے ہے) کی تنزیل اور واقعہ غدیر کی تائید میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ جب خم غدیر کے واقعہ اور حضرت علی کی نسبت حضرت رسولؐ کی حدیث "مَنْ کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ" کی شہرت عام ہوئی اور حضرت مدینہ تشریف لائے تو حارث بن نعمان فہری اس واقعہ اور حدیث کو سن کر برہم ہوا اور وہ اپنے ناقہ پر سوار ہو کر خدمت میں رسولؐ آیا جبکہ حضرتؐ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ وہ اونٹ کو باہر مسجد کے باندھ کر خدمت رسولؐ میں آیا اور کہنے لگا کہ یا محمدؐ آپ نے لاالٰہ الا اللہ کہنے کا حکم دیا۔ ہم نے اس کی تعمیل کی لیکن آپ نے اس پر قناعت نہ کی اور بالآخر آپ نے اپنے چچا کے بیٹے کے بازو کو بلند کر کے اور اس کو سب آدمیوں پر فضیلت دے کر حاکم بنا دیا اور فرمادیا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں۔ کیا یہ بات آپ نے اپنے دل سے کہی یا منجانب خدا کہی؟ یہ سن کر حضرت رسولؐ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ یہ حکم میری طرف سے نہیں ہے بلکہ جو کچھ میں نے کہا وہ خدا کی طرف سے ہے اور اسی کے حکم سے کہا ہے اور اسی بات کا حضرتؐ نے تین بار اعادہ کیا۔

حضرت کا یہ ارشاد سن کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور یہ کہتا ہوا اپنے ناقہ کی طرف چلا کہ "اے خدا اگر محمد سچ کہتے ہیں تو آسمان سے پتھر برسا کر مجھ پر

عذاب فرما"۔ ابو اسحاق ثعلبی لکھتے ہیں کہ وہ ابھی اپنے ناقہ تک نہ پہونچا تھا کہ خدا نے آسمان سے اس پر پتھر برسائے جو اس کے سر پر گرے اور دبر کی راہ سے نکل گئے، اور وہ وہیں سب کے سامنے مر کر ڈھیر ہوگیا اور تب خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ"

علمائے اہل سنت میں سے علامہ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص۱۸ و ص۱۹ پر و محبوب عالم صاحب نے اپنی تفسیر شاہی میں اور علامہ ابو السعود نے اپنی تفسیر میں بھی بر ذیل تفسیر آیت مذکور "سأل سائل" الخ اس واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے جیسا کہ علامہ ابو اسحاق ثعلبی نے اوپر لکھا ہے۔

الغرض خم غدیر کا متذکرہ واقعہ اور حضرت رسولؐ کا اس روز حضرت علیؑ کی شان میں یہ فرمانا کہ "جس کا میں مولا ہوں اسی کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں" وغیرہ وغیرہ تاریخ اسلام کا ایک ایسا واقعہ ہے جسے متذکرہ بالا علماء کے علاوہ کثیر علماء اہلسنت والجماعت نے نقل فرمایا ہے اور آغا محمد سلطان مرزا صاحب نے اپنی کتاب البلاغ المبین کتاب اول کے باب یازدہم میں اسی واقعہ کو ایک سو باون ۱۵۲ علماء اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ سے درج کیا ہے اور موصوف نے اپنی کتاب میں ان کتابوں کے نام کے ساتھ ساتھ ان راویوں کے نام بھی درج کردئے ہیں جنھوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی ہے۔

حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ خود مقرر فرمایا

جناب مظفر علی خاں نے اپنی کتاب فاطمہ زہرا کی سوانحعمری کے صفحہ ۴۵۱ سے ۴۶۱ پر علمار اہل سنت کی بہت سے کتابوں سے حوالہ دیا ہے جس سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کو خود رسول کریمؐ نے اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ میں اختصار کے خیال سے صرف تین حوالہ دے رہا ہوں

(۱) تاریخ کامل جلد دوئم صد ۲۲

تفسیر طبری جلد ۱۹ صد ۶۸

معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی صد ۶۶۳

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد پنجم صد ۹۷

پر لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسولؐ مبعوث بہ رسالت ہوئے اور آیت وانذر عشیرتک الاقربین الخ نازل ہوئی یعنی اے رسول آپ سب سے پہلے اپنے عزیز داقارب کو ڈرائیں اور ان پر تبلیغ رسالت فرمائیں تو حضرت نے اس حکم الٰہی کے بموجب سرداران قریش کی دعوت کی۔ اپنی رسالت کا پیغام پہنچایا اور کہا کہ یاد رکھو کہ تم میں سے جو آج کے دن میری رسالت کا اقرار کرے گا اور تبلیغ رسالت میں میری مدد کرے گا وہی میرے بعد میرا جانشین اور خلیفہ ہوگا۔ سب خاموش رہے سوائے علیؑ کے اور جب تینوں مرتبہ حضرت علیؑ ہی کھڑے ہوئے تو حضرت علیؑ نے ہر مرتبہ کہا کہ یا رسول اللہ میں تصدیق کرتا ہوں کہ آپ بیشک خدا کے رسولؐ ہیں اور میں مدد کا وعدہ کرتا ہوں تب

رسول اللہ نے بڑھکر حضرت علیؑ کو گلے لگایا اور فرمایا کہ اے لوگو! خوب اچھی طرح سے سمجھ لو کہ یہ علی میرا جانشین اور میرا خلیفہ ہے۔ پس تم کو چاہیئے کہ اس کی پیروی اور اطاعت کرو۔

میں یہاں پر اس بحث کو چھیڑنا نہیں چاہتا ہوں کہ علی کی عمر ۱۲ سال تھی۔ یہ دیکھنا (معاذاللہ) رسول کریم کو تھا کہ جانشین اور خلیفہ کس کو بنا رہے ہیں اور دوسروں کو اس کی اطاعت کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ جبکہ اس مجمع میں رسولؐ کریم کے بزرگ بھی موجود تھے

(۲) غدیر خم میں اعلان جو قبل پڑھ چکے ہیں۔

(۳) عالم اہل سنت سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ مودۃ السابع میں اور شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ الباب الحادی والخمسون ص ۲۵۳ پر علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب خواص الامۃ کے ص ۲۶ پر لکھا ہے جس کے راوی سلمان فارسی ہیں کہ ایک دن میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے بعد آپ کا وصی کون ہوگا تو حضرت نے جواب دیا کہ دیکھو آپ کے وصی شیثؑ تھے۔ عیسیٰؑ کے وصی شمعونؑ تھے اور میرے وصی علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔

(۴) جناب آغا محمد سلطان مرزا صاحب نے اپنی کتاب البلاغ المبین کتاب اول ص ۳۱۵ پر بحوالہ مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی تحریر کیا ہے کہ ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ کہ جب نصف عرفہ کا دن تھا اور آنحضرتؐ کے پاس اس وقت حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی اور کچھ دیگر صحابہ بھی تھے۔ حضرت رسولؐ نے حضرت ابوبکر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ابوبکر یہ شخص جس کو تم دیکھتے ہو یعنی علی ابن

ابی طالب جو میرے پاس کھڑے ہیں یہی دنیا و آخرت میں میرے وزیر و جانشین ہیں۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرد کہ خدا تم سے راضی و خوش ہو تو تم کو چاہیئے کہ علی کو راضی و خوش کرد کیونکہ علی کی خوشنودی خدا کی خوشنودی اور علی کا غضب خدا کا غضب ہے۔

۵ امام اہل سنت امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری مطبوعہ مصر الجزء الثانی صفحہ ۲۰۰ باب مناقب علی ابن ابی طالب میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم مطبوعہ مصر الجزء السابع باب من فضل علیؑ ابن ابی طالبؑ صفحہ ۱۲۰ پر اور محمد ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث صفحہ ۱۴۴ پر بتذکرہ غزوہ تبوک لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے مختلف مواقعات پر اور متعدد بار حضرت علیؑ کی نسبت یہ ارشاد فرمایا کہ "علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ صرف فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔ اور حضرت نے یہ حدیث حضرت علیؑ کی شان میں اس وقت بھی فرمائی جبکہ حضرت جنگ تبوک میں تشریف لے جانے لگے تو حضرت علیؑ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کر کے چھوڑ گئے تھے اور فرمایا تھا کہ اے علیؑ مجھ کو تم سے وہی نسبت ہے جو جناب ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔ یعنی جس طرح جناب ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ اور جانشین تھے اسطرح تم میرے جانشین اور خلیفہ ہو۔

حضرت علی اور حضرت ابوبکر کی بیعت

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے اپنی کتاب میں حضرت علی کو گھر سے زبردستی لانے اور ان سے بیعت لینے کے لیے ان کے گھر جانے اور گھر میں آگ لگانے کے واقعہ کو خرافاتی اور شیعہ روایات بتایا ہے۔ جبکہ یہ ایسا واقعہ ہے جو بیسیوں اہلسنت کی کتابوں اور اکثر بڑ مصنفین نے لکھا ہے۔ مولانا نے تو شیعوں کی ایک کتاب کا حوالہ دیا ہے میں بیسیوں اہلسنت کی کتابوں کا حوالہ دے رہا ہوں۔

کتب اہل سنت تاریخ ابوالفدا چھاپہ مصر صد ۱۲۶ و تاریخ ابن جریر و تاریخ واقدی و کتاب سقیفہ از علامہ ابوبکر جوہری و کتاب الامامت والسیاست از علامہ ابن قتیبہ دینوری اور کتاب عقد الفرید، امام شہاب الدین احمد اندلسی وغیرہ وغیرہ ہیں۔ بہ سلسلہ بیعت حضرت ابوبکر جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر لوگوں کی بیعت لینے سے فارغ ہوئے اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ نے بیعت نہیں کی اور بنی ہاشم کی ایک جماعت و انصار میں سے کچھ لوگ و سلمانؓ فارسی و ابوذرؓ و مقداد و عمار یاسر وغیرہ نے بیعت نہیں کی اور یہ سب حضرت علی کی طرف مائل ہیں تو انھوں نے اس معاملہ میں حضرت عمر سے مشورہ کیا تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ جب تک حضرت علیؑ آپ کی بیعت نہیں کرتے آپ کی خلافت کو استحکام نہیں ہو سکتا اس لئے مناسب ہے کہ ان سے بھی کسی نہ کسی صورت سے بیعت لے لی جائے۔ پس آپس میں مشورہ کرنے کے بعد یہ طے پایا کہ اب اس معاملہ میں دیر نہ کرنا چاہیے اور اپنی پوری قوت سے کام لے کر حضرت علیؑ سے بھی کسی نہ کسی صورت سے ضرور

بیعت لے لی جائے اور اس کام کے لئے پہلے حضرت علیؑ کو بلوایا گیا اور جب وہ تشریف نہیں لائے تو حضرت ابوبکر کے حکم سے حضرت عمر کافی مسلح لوگوں کو ہمراہ لیکر حضرت علیؑ کو زبردستی لانے اور ان سے بیعت لینے کے لئے ان کے گھر گئے حضرت عمر نے اپنے ساتھ ان کے گھر میں آگ لگانے کے لئے آگ بھی ہمراہ لے لی تھی۔

الغرض جب یہ لوگ اسطرح آمادہ ہو کر خانۂ علیؑ پر پہونچے اور انھیں آواز دیا کہ باہر نکلو اور چل کر ابوبکر سے بیعت کرو ورنہ ہم تمہارے گھر میں آگ لگا دیں گے تو حضرت علیؑ نے یہ سن کر جواب دیا کہ یہ تم لوگوں کی بدعہدی ہے جو تم مجھ سے ابوبکر کی بیعت کے طالب ہو۔ اس لئے کہ حضرت رسولؐ مجھے تمام مسلمانوں کا حاکم مقرر کر گئے ہیں۔ اس وقت جناب فاطمہ زہراؑ چادر اوڑھ کر دروازے کے قریب آئیں اور حضرت عمر سے فرمایا کہ اے ابن خطاب یہ تمہاری کیسی زیادتی ہے کہ خلافت پر قبضہ کرنے کے بعد اب تم ہمیں گھر میں بھی چین سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ کیا میرے بابا نے تم کو ہماری نسبت یہی وصیت کیا تھا جو تم ان کے بعد ہمارے گھر میں آگ لگانے آئے ہو۔ عمر نے یہ سن کر جواب دیا کہ میں ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ تمام مسلمان ابوبکر کی بیعت کر چکے ہیں۔ اگر اس وقت علیؑ چل کر ابوبکر کی بیعت نہیں کریں گے تو ہم اس گھر کو اور تم سب کو جو اس گھر میں ہیں جلا کر خاک سیاہ کر دیں گے۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے فرمایا کہ اے قوم تم نے رسول اللہؐ کی نعش مقدس ہمارے آگے چھوڑ کر امر خلافت کو باہم طے کر لیا اور ہمارے حق پر نظر نہ کی (دیکھئے تاریخ احمدی صفحہ ۱۰۹ سے ۱۱۴)

اس کے بعد امام اہل سنت عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب

ملل ونحل جلد اول مطبوعہ بمبئی ص۲۵ پر لکھا ہے کہ حضرت عمر نے ناراض ہو کر فاطمہ زہرا کے گھر میں آگ لگا دی کہ جس کے صدمے سے پہلے آپ کی پسلی ٹوٹ گئی آپ کا حمل بھی ساقط ہو گیا اور وہ بچہ جس کا نام حضرت رسولؐ نے اپنی زندگی میں محسن رکھا تھا وہ ضائع ہو گیا اور جناب فاطمہ زہرا ضرب کھا کر بیہوش ہو گئیں حالانکہ اس گھر میں اس وقت سوائے حضرت علیؑ و فاطمہ زہرا و حسنؑ و حسینؑ کے باہر کوئی اور نہ تھا۔ اور اس کے بعد حضرت عمر اور ان کے ساتھیوں کے ظلم سے مجبور ہو کر حضرت علیؑ کو گھر سے باہر نکلنا پڑا اور ان کے ہمراہ حضرت ابوبکر کے پاس جانا پڑا۔ یہ ایسا اسلامی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے جسے بہ استثنائے چند قریب قریب سبھی اہل سنت مورخین نے لکھا ہے۔ جناب مظفر علی خاں نے اپنی کتاب فاطمہ زہرا کی سوانحعمری کے صفحہ ۲۷۵ پر ۱۳ کتابوں کا حوالہ دیا ہے جن میں سے کچھ نقل کر رہا ہوں۔

(۱) تاریخ الامم والملوک مطبوعہ مصر جلد ۳۔ ص۱۹۸ مصنفہ امام ابو جعفر محمد ابن جریر طبری۔

(۲) عقد الفرید مطبوعہ مصر جلد دوئم ص۱۷۶ مصنفہ امام شہاب الدین احمد المعروف بہ ابن عبد ربہ اندلسی۔

(۳) تاریخ المختصر فی اخبار خیر البشر مطبوعہ مصر جلد اول ص۱۵۶ مصنفہ ملک المؤید عماد الدین اسمٰعیل ابو الفداء

(۴) ازالۃ الخفا مترجم اردو مقصد دوئم مآثر ابوبکر مطبوعہ لاہور ص۲۲۶ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔

(۵) الفاروق ص۱۱۷ پرانی اور ص۵۶ نئی مصنفہ شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی صاحب۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

حضرت فاطمہ کے گھر میں (بنو ہاشم) وقتاً فوقتاً جمع ہو کر مشورے کرتے تھے حضرت عمر نے بزور ان سے بیعت لینی چاہی لیکن بنو ہاشم۔ حضرت علیؓ کے سوا اور کسی کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے۔ ابن ابی شیبہ مصنف مبین اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ یا بنت رسول اللہ خدا کی قسم آپ ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہیں تاہم اگر آپ کے ہاں لوگ اسی طرح جمع کرتے رہے تو میں ان لوگوں کی وجہ سے گھر میں آگ لگا دوں گا"۔

آگے مولانا شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں :۔

"اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں۔"

میں کہتا ہوں یہ ہی کیا کم ہے کہ مولانا شبلی نعمانی صاحب نے اپنے پیر کے بارے میں اتنا لکھ دیا ورنہ با ایمان اہل سنت نے اپنی کتابوں میں ساری باتیں لکھ دی ہیں

انگریزی کتابوں کا حوالہ

(۱) ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر مؤلفہ گبن صاحب مطبوعہ فریڈرک اینڈ کمپنی لندن جلد سوم صہ ۵۱۹۔

(۲) سکسرز آف محمد مؤلفہ واشنگٹن ارونگ صہ ۴ مطبوعہ جارج بل اینڈ لندن۔

(۳) تاریخ اسلام انگریزی اوکلی صہ ۸۳۔

یہ تو پوری طور پر ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر مسلح افراد کے ساتھ حضرت علی کے گھر پر آئے تو پھر ہوا کیا۔ اختصار کے خیال سے میں سب کو سمیٹتے ہوئے صرف

اتنا کہہ سکتا ہوں کہ حضرت علی جناب ابوبکر کے دربار میں گئے۔ حضرت علی نے پورے طور پر اپنے حقِ خلافت کو ثابت کیا۔ حضرت برابر دھمکی پر دھمکی دے رہے تھے کہ اگر بیعت نہ کریں گے تو فوراً قتل کر دیئے جائیں گے اور حضرت ابوبکر سے قتلِ علیؓ کا حکم مانگ رہے تھے۔ کتاب جلاء العیون کے صـ۱۷۶ و صـ۱۷۷ پر جو واقعہ درج ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جناب فاطمہ زہرہؑ بھی دربار میں آئیں۔ ان سے بھی بحث ہوئی جبکہ کوئی حق ماننے کے لئے تیار نہ تھا تو بی بی نے حسنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت رسول اللہ کی قبر کی طرف بددعا کرنے کی غرض سے چلنے کا قصد کیا۔ حضرت سلمان فارسی ناقل ہیں کہ جس وقت جناب سیدہ بددعا کرنے کے قصد سے روانہ ہوئیں تو اس وقت ایک زلزلہ عظیم ظاہر ہوا اور ایسا زلزلہ کہ جس نے مسجد کی دیواریں اور زمین ایسی ہلنے لگی کہ معلوم ہوتا تھا زمین پھٹ جائے گی اور لوگ اس میں سما جائیں گے یا دیواریں ان پر گر پڑیں گی۔

میں طول دینا نہیں چاہتا ہوں۔ مختصر یہ کہ حضرت علیؑ نے بی بی کو بددعا سے روک دیا اور حضرت ابوبکر نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اچھا اگر آپ کو میری بیعت منظور نہیں ہے تو آپ پر کوئی جبر بھی نہیں ہے۔ آپ واپس تشریف لے جا سکتے ہیں۔

متعہ

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے متعہ کو شیعوں کے حصہ میں ڈال کر مذاق اڑانے کی کوشش کی مگر شاید وہ بھول گئے کہ خدا اور رسولؐ کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ وہ حکم جو قرآن پاک میں صاف الفاظ میں لکھا ہے اور آیت بھی کبھی منسوخ نہ ہوئی اس کا انکار قرآن و رسول سے انکار ہے کلام باری میں ارشاد ہے۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۔

جن عورتوں سے تم نے متعہ کیا ہو تو انہیں جو مہر متعین کیا ہے دے دو۔

پارہ ۵ سورہ النساء ع ۴)

امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں :۔

واتفقوا على انها كانت مباحة في ابتداء الاسلام روى ان النبي صلى الله عليه واله وسلم لما قدم مكة في عمرته تشكى اصحاب الرسول الغرب فقال استمتعوا من هذه النساء

جمیع امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ابتدا اسلام میں متعۃ النساء جائز و مباح تھا، روایت ہے کہ جب جناب رسولخدا مکہ معظمہ تشریف لائے تو اصحاب رسول نے آپ سے عورت کی جدائی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ یہاں کی عورت سے متعہ کر لو۔

جلال الدین سیوطی تفسیر در المنثور میں درج ذیل آیت فما استمتعتم بہ منھن الآیۃ لکھتے ہیں :۔

اخرج عبد الرزاق وابوداؤد فی ناسخه وابن جریر عن الحکم انه سئل عن هذه الآیة امنسوخة قال لا وقال علی لولا ان عمر نهی عن المتعة ما زنی الا شقی واخرج عبد الرزاق وابن المنذر من طریق عطاء عن ابن عباس قال یرحم اللہ عمر ما کانت المتعة الا رحمة من اللہ رحم اللہ بها امة محمد ولولا نهیه منها ما احتاج الی الزنا الا شقی قال وهی التی فی سورة النساء فما استمتعتم به منهن الی کذا وکذا من الاجل علی کذا وکذا قال ولیس

عبدرزاق نے اور ابوداؤد نے اپنی ناسخ میں اور ابن جریر نے حکم سے روایت کی ہے حکم سے پوچھا گیا کہ کیا آیہ متعہ منسوخ شدہ ہے؟ اس نے کہا کہ ہرگز نہیں اور حضرت علی کہا کرتے تھے کہ اگر عمر نے متعہ سے منع نہ کیا ہوتا تو پھر کوئی شقی ہی ہوتا جو زنا کرتا۔ عبدالرزاق وابن المنذر نے عطا کے سلسلے سے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ خدا عمر پر رحمت کرے، متعہ تو ایک رحمت تھی خدا کی طرف سے امت محمدیہ کے لئے اور اگر عمر اس سے منع کرتے تو پھر کوئی شقی ہی ہوتا جو زنا کرتا۔ ابن عباس کہتے ہیں وہ حکم خداوندی سورہ النساء میں ہے کہ عورتوں سے وقت مقررہ کے لئے رقم مقررہ پر متعہ کرو تو فریقین ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔

متعہ کے لئے رسول اللہ کا حکم

جناب آغا محمد سلطان مرزا دہلوی نے اپنی کتاب "البلاغ المبین" کے صفحہ ۵۰۱ سے ۵۱۶ پر ثابت کیا ہے کہ متعہ حکم خداوندی سے جاری ہوا اور جناب رسول

خدا نے اس کو جاری کیا۔ اصحاب نے اس پر عمل کیا اور زمانہ حضرت عمر تک برابر عمل ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت عمر نے منع کر دیا۔
اختصار کے لئے میں کچھ حصہ نقل کر رہا ہوں۔ عربی کی عبارت اُس کتاب میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

(۱) (اسماء رواۃ عربی میں دیکھو) جابر ابن عبداللہ اور سلمہ بنی الاکوع کہتے ہیں کہ ایک دن ہماری طرف جناب رسولِ خدا کا منادی آیا اور ندا کی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو متعہ زنان کی اجازت دی ہے۔

(مسند امام احمد حنبل الجزء الرابع ص ۵۱)

(۲) عمران بن حصین کہتے ہیں کہ ہم زمانۂ رسولؐ خدا میں متعہ کیا کرتے تھے جناب رسولؐ خدا نے کبھی منع نہیں کیا اور نہ اس کی منع کرنے والی کوئی آیت نازل ہوئی

(مسند امام احمد حنبل الجزء الرابع ص ۴۳۹)

(۳) ابی نضرہ کہتے ہیں کہ میں نے جابر ابن عبداللہ سے کہا کہ ابن زبیر لوگوں کو متعہ سے روکتا ہے اور ابن عباس اس کی اجازت دیتے ہیں پس جابر ابن عبداللہ نے مجھ سے کہا کہ زمانۂ رسولؐ خدا میں اور نیز زمانہ ابی بکر میں ہم متعہ کیا کرتے تھے پس جب عمر حاکم ہوئے تو انھوں نے خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ قرآن ہے تو ہوا کرے اور رسول ہے تو ہوا کرے (اگرچہ) دونوں متعہ جناب رسولؐ خدا کے زمانہ میں جاری تھے یعنی متعہ حج اور متعہ النساء لیکن میں تم کو ان دونوں سے منع کرتا ہوں۔

(مسند احمد حنبل الجزء الاول ص ۵۲)

(۴) حضرت عمر سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے متعہ کو حرام کیا، امہات اولاد کی بیع سے منع کیا۔ جنازہ پر چار تکبیریں مقرر کیں اور وہ سب سے پہلے ہیں جنھوں نے گھوڑوں پر زکوٰۃ لی۔

(۵) کچھ علماء اہلِ سنت کج بحثی کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ متعہ تین دن کے لئے مباح تھا اور پھر ممنوع قرار پایا۔ آیۂ متعہ کی ناسخ آیت یہ بتاتے ہیں۔

والذین ھم لفروجھم حٰفظون ○ الا علیٰ ازواجھم او ماملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ○ (پارہ ۱۸ سورہ مومنین)

کیا غضب ہے۔ جو جی میں آتا ہے حضرات لکھ دیتے ہیں۔ سورہ مومنون مکہ میں نازل ہوا اور سورۃ النساء مدینہ منورہ میں۔ یعنی منسوخ کرنے والی آیت پہلے نازل ہوئی اور منسوخ ہونے والی آیت بعد میں۔ ایسا نہیں ہو سکتا ہے یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ کیا رسول اللہ اور حضرت ابوبکر کو یہ نہیں معلوم تھا کہ متعہ کو منسوخ کرنے والی آیت نازل ہو چکی ہے جو انھوں نے کسی کو نہیں روکا۔

فقۂ اسلامی میں نکاح محض ایک معاہدہ تھا جس کو ایک فریق اپنی مرضی سے جب جی چاہے فسخ کر سکتا ہے۔ لفظ طلقتُ کہا اور معاہدہ ختم۔ جس کو آپ نکاح کہتے ہیں وہ دراصل دائمی تو کیا اس میں تو ایک لمحہ کی بھی مدت یقینی نہیں ہے بغیر وجہ بتائے ہوئے اور بغیر کسی وجہ کی موجودگی کے خاوند طلاق دے سکتا ہے متعہ میں عورت کو اتنا تو یقین رہتا ہے کہ زمانہ متعہ تک وہ امن میں ہے۔ متعہ در اصل مرد کی اس آزادی طلاق پر ایک قید ہے۔ وہ مہر۔ وہ عدت، وہ تمام فرائض وحقوق پرورش اولاد جو نکاح میں نہیں جسطرح بیاہتا بیوی سے پیدا شدہ اولاد باپ کے مرنے کے بعد باپ کی جائداد کی وارث ہوتی ہے اسی طرح ممتوعہ عورت سے پیدا شدہ اولاد بھی میراث کی حقدار ہوتی ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے جسطرح بیاہتا بیوی کو طلاق دے دیجائے اور وہ اپنے گھر چلی جاتی ہے اور شوہر کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد کا اس کو کوئی حق نہیں ہوتا اسی طرح ممتوعہ عورت شوہر کی جائیداد میں میراث کی حقدار نہیں۔

عورت کو آزادی ہے کہ متعہ کے وقت پیدا ہونے والے بچوں کے متعلق بھی
معاہدہ کرے کہ کون سی اولاد اس کی ہوگی اور کون سی اولاد شوہر کا۔ دونوں کو یہ بھی
اختیار ہے کہ یہ فیصلہ کرلیں کہ پیدا ہونے والی اولاد اسٹیٹ کو چلی جائے گی۔
اتنی آزادی رحمت خداوندی ہے جو فریقین کے لئے مفید ہے۔ اس کو روکنے کا نتیجہ
یہ ہوا کہ زنا عام ہوگیا۔ حکم خداوندی بغیر مصلحت کے نہیں۔
مرد کو عورت سے تسکین حاصل ہوتی ہے اگر تسکین کا ذریعہ حاصل نہ ہو تو
ہر وقت خیالات پراگندہ و پریشان رہتے ہیں اور یہ میں نہیں کہتا ہوں بلکہ
کلام باری ہے :-
هو الذی خلقکم من نفس واحدة وجعل منها زوجها لیسکن
الیها۔ (پارہ ۹ سورہ الاعراف ۶ ۲۴)
یعنی خداوند عالم نے تمکو ایک جانِ واحد سے پیدا کیا اور اس جان واحد ہی میں سے
اسکی زوجہ پیدا کی تاکہ وہ (آدم) اس سے تسکین پائے۔
خداوند عالم نے عورت کی پیدائش کی غرض وغایت یہ رکھی ہے کہ وہ مرد کے
لئے باعثِ تسکین ہو۔ اس کو تسکین دے کر اس کے خیالات پریشان کو رفع کرے۔
اس کی صحت وخوشی کے اسباب بہم پہنچا کر اسے اس قابل کرے کہ وہ دنیا کی مکروہات
ومصائب ومشکلوں کا مقابلہ کرسکے اور بنی نوع انسان کی آگے کی ترقی کا باعث بنے
اسی لئے مرد عورت کا تعلق عین حسب منشاء خداوندی ہے۔
اگر آپ برائی سمجھتے ہیں تو کوئی برائی متعہ میں نہیں جو نکاح میں نہ ہو اسکی
جیتی جاگتی مثال ہے جو عرب کے شیوخ اور خلیجی امراء پیش کر رہے ہیں۔ کون
نہیں جانتا کہ پٹرول کی دولت نے انھیں قارون وقت بنا دیا ہے۔ آئے دن عیاشی
کی خاطر یورپ امریکہ جاتے ہیں۔ ہندوستان آتے ہیں بمبئی۔ بنگلور، حیدرآباد

دکن وغیرہ کی مسلم دوشیزاؤں کو تاک تاک کر بڑی بڑی رقمیں مہر میں دیکر نکاح کرتے ہیں اور جب جی بھر جاتا ہے تو ان دوشیزاؤں کی گود بھر کر اپنے وطن لوٹ جاتے ہیں۔ پھر پلٹ کر نہیں دیکھتے کہ ہم نے اتنے دن جس مسلمان دوشیزہ سے مزے اڑائے وہ کس عالم میں ہے۔ آپ کسی بھی مسلک میں جائیے جنسی تقاضوں سے مجبور ہو کر وہاں کسی عورت سے نکاح کر لیجئے۔ دو چار مہینہ رہ کر واپس آ جایئے اور آتے وقت اس عورت کو طلاق دے دیجئے۔ مہر ادا کر دیجئے تو شریعت اسلامیہ میں کوئی قانون ایسا نہیں کہ ایسے مرد کو سزا دے۔

متعہ صرف شیعوں کا حصہ نہیں ہے یہ اہل سنت کا بھی حصہ ہے۔ پرانی باتیں چھوڑئیے آج کے دور کے عالم اہل سنت جناب شیخ احمد حسن الباقوری ۱۹۵۲ء میں وزیر اوقاف حکومت مصر مقرر ہوئے۔ انھوں نے شیعوں کی کتاب وسائل الشیعہ و مستدرک نہایت پر بیش قیمت مقدمہ لکھا۔ ان کے نزدیک نکاح متعہ جائز ہے اور انھوں نے اس کے جواز اور مشروعیت کا فتویٰ دیا ہے۔ ان کا نظریہ ہے کہ محقق طوسی کی کتاب الخلاف اپنے موضوع کے لحاظ سے اہم کتاب ہے جس میں عالم فقہی مذاہب سے بحث ہے اور جس مذہب کی جو بات نقل کی ہے وہ صحیح نقل کی ہے۔

(اصلاح۔ ماہ مارچ ۱۹۷۷ء صفحہ ۴۲)

حکم خدا ہمیشہ قائم رہے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل کرے۔ غیر اسلامی ماحول میں اسلامی قوانین کو مت دیکھیے۔ آج اسلامی ماحول پیدا ہو جائے آپ کو ہر اسلامی قانون بہتر نظر آئے گا۔ آپ سے گذارش ہے اسلامی ماحول پیدا کیجئے اور قرآن کی آیت پر یقین رکھیے۔ اگر اللہ کے کلام رسول اللہ کی حدیث اور سنت رسول پر آپ کو یقین نہیں آ رہا ہے تو آپ اپنے کو اہل سنت نہیں کہہ سکتے ہیں۔

واقعہ قرطاس

قرآن پاک کے پ ۲ سورہ بقرہ میں ارشاد باری ہے کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرَا ۖ اِلْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ ○

اس حکم خدا کے مطابق مرنے والے کو چاہیے کہ جب وہ کوئی اچھی چیز چھوڑنے والا ہو تو مرنے سے پیشتر وہ وصیت کر جائے اور یہ ہی مرنے والے پر ایک ضروری فرض ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ رسول کریم کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی اور صحابائے کرام نے حضرت رسول کریم کو وصیت بھی لکھنے نہ دیا۔ یہ بات صرف شیعہ کی کتابوں میں نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی معتبر کتب میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

صحیح مسلم جلد ۲ صہ ۴۳ مطبوعہ نولکشور میں ابن عباس سے ایک روایت درج ہے (عربی عبارت تاریخ احمدی کے صہ ۹۷ و صہ ۹۸ پر دیکھ لیں) کہ جب رسول کریم کے مرض الموت میں شدت ہوئی تو جمعرات کے دن دولت کدہ نبوت میں حضرت عمر ابن خطاب اور دیگر اصحاب جمع تھے۔ رسول کریم نے فرمایا کہ آؤ میں تمہارے لئے کچھ (بطور وصیت) لکھ دوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ حضرت عمر بولے کہ پیغمبر صاحب غلبۂ مرض کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں (یعنی ہذیان بکماد رہے ہیں) ہمارے پاس قرآن موجود ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اس بات پر حضار جلسہ میں اختلاف واقع ہوا۔ بعض تو یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ کے حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہے تاکہ آنحضرتؐ جو چاہیں تحریر فرمائیں۔ اور بعض آنحضرتؐ کے ہم زبان تھے اور جب اس بات پر بہت شور اور اختلاف ہونے لگا تو آنحضرتؐ نے

فرمایا" قوموا عنی" یعنی میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ اور لوگوں کو وہاں سے اٹھوا دیا۔ پس ابن عباس فرماتے تھے کہ مصیبت اور سخت مصیبت تھی وہ چیز جو لوگوں کے شور و اختلاف کی وجہ سے رسول اللہ کے ارادۂ کتابت میں حائل ہوئی اور جس کی وجہ سے آنحضرت کچھ نہ لکھ سکے۔

(۲) صحیح بخاری مطبوعہ بمبئی جلد پنجم صنہ و صحیح بخاری مطبوعہ نظامی کانپور جلد دوئم صـ۶۳۸ و صحیح بخاری باب کتابتہ العلم پ۱ صـ۱۰۶ پر ابن عباس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت کے مرض میں شدت ہوئی تو اس وقت گھر میں بہت سے آدمی جمع تھے ان میں عمر ابن خطاب بھی تھے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ قلم دوات لاؤ تو میں ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ پس حضرت عمر نے کہا کہ نبی پر درد کا غلبہ ہے ہمیں کتاب خدا کافی ہے۔

(۳) یہی بات علمائے اہل سنت نے علامہ شہرستانی کی اپنی کتاب ملل و نحل، امام اہل سنت امام طبرانی اور امام اہل سنت امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند مطبوعہ مصر جلد ۳ صـ۳۴۲ پر لکھا ہے۔

(۴) اختصار کے خیال سے اب میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ اور کتابیں دیکھنا چاہتے ہیں تو جو جناب مظفر علی خاں نے اپنی کتاب جناب سیدہ کی سوانح عمری کے صفحہ ۴۶ اور ۲۴۷ پر ۹ کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ ملاحظ فرمائیے۔

(۴۰۱) تاریخ خمیس از علامہ حسین دریا بکری مطبوعہ مصر جلد دوئم صـ۱۸۱

(۴۰۲) مشکوٰۃ شریف مطبوعہ محمدی دہلی صـ۵۵۴

(۴۰۳) معارج النبوۃ از ملا معین کاشفی مطبوعہ نول کشور دکن

چہارم صـ ۳۳۰
(۴۰۴) روضۃ الاحباب از جمال الدین محدث مطبوعہ تیغ بہادر لکھنؤ صـ ۵۵۸
(۴۰۵) سر العالمین از امام غزالی مطبوعہ بمبئی صـ ۹
(۴۰۶) کتاب الشفاء از علامہ قاضی عیاض مطبوعہ صدیقی بریلی صـ ۳۰۶
(۴۰۷) تاریخ طبری از امام ابو جعفر محمد ابن جریر طبری جلد ۳ صـ ۱۹۳
(۴۰۸) مدارج النبوۃ از شاہ عبد الحق صاحب دہلوی صـ ۵۰۰
(۴۰۹) الفاروق از علامہ شبلی صاحب مطبوعہ پردیز بک ڈپو دہلی صـ ۴۸

علامہ نے پورے واقعہ مختصر کرتے کرتے صرف ۱/۲ ۴ سطر میں ختم کر دیا ہے حق گوئی اتنی کی ہے کہ اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے مگر اپنی توجیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سے پورے واقعہ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جسے سوائے زبردستی کے اور کیا کہا جائے۔ توجیہ کی تو کوئی حد نہیں ہے مگر واقعہ تو واقعہ ہی رہے گا۔ زبردستی کی توجیہ کی سب سے عمدہ مثال تو شیطان کی وہ توجیہ ہے جو اس نے اللہ کے حکم کے خلاف پیش کی تھی کہ میں آگ سے بنا ہوں اور آدمؑ مٹی سے اس لئے میں بہتر ہوں۔ جس واقعہ کو پچاسوں کتابوں میں لکھا جا چکا اور بڑے بڑے علماء نے مان لیا اسے غلط نہیں کہا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں تحریف اہلسنت کی کتابوں سے

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ کے شیعہ علماء تحریفِ قرآن سے انکار فرماتے ہیں جب کہ ان کی کتابوں میں ایسی روایتیں موجود ہیں علماء اہل سنت کی مستند ترین کتابوں میں بے شمار روایات موجود ہیں جو قطعیت کے ساتھ ثابت کرتی ہیں کہ قرآن پاک میں تحریف اور کمی بیشی ہوئی ہے اور کسی سنی عالم کے لیۓ ان کے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

میں البلاغ المبین حصہ دوم کے کچھ حصہ کی نقل پیش کر رہا ہوں جس کو پڑھ کر آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔

باب سیزدہم

تدبیر ہفت دہم جمع قرآن

سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا جناب رسول خدا نے جمع قرآن کیطرف توجہ کی یا اس کو بھی بقول سواد اعظم خلافت کی طرح امت کے رحم پر چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے اپنی امت کو بتایا کہ قرآن شریف کتاب اللہ ہے تا قیام قیامت دنیا میں باقی رہنے والا ہے۔ خداوند عالم نے فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ہم نے قرآن شریف کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ آنحضرتؐ نے اس کو کتاب اللہ کے نام سے یاد کیا ہے فرمایا کہ کتاب اللہ اور میری عترت قیامت تک ساتھ رہیں گے۔ آپ اس کو اپنی نبوت و رسالت کا معجزہ فرمایا کرتے تھے۔ قرآن نے دعوٰی کیا کہ یہ لوگ لاکھ کوشش کریں میری جیسی ایک سورۃ بھی نہیں لا سکتے۔ دعوے تو اتنے بڑے اور حالت یہ کہ اس کو جمع کرنے کی طرف توجہ تک نہ کی اور لوگوں کے سینوں میں چھوڑ کر رحلت فرمائی درانحالیکہ آپ کو معلوم تھا کہ حضرت عیسٰی کی انجیل کتاب کی صورت میں موجود ہے۔ اور لوگ اس کے حوالے دیتے ہیں۔ قرآن شریف میں بھی اس کیطرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ موجودہ انجیل محرف ہے لیکن ہے تو کتاب کی صورت میں اور محض لوگوں کے سینوں میں چھوڑ دینے سے تو تحریف کا امکان کئی گنا ہو جاتا ہے اور اس کا بالکل ضائع ہونا بھی آخر کار یقینی ہوتا ہے۔ عقل سلیم اس کو باور کرنے سے انکار کرتی ہے۔ خلافت کی طرح قرآن شریف کے متعلق

بھی امت دو جماعتوں میں منقسم ہو گئی۔ علماء شیعہ کا قول ہے کہ قرآن شریف کے جمع کرنے کی طرف جناب رسولِ خدا نے شروع ہی سے توجہ کی تھی۔ حضرت علیؑ کے پاس اسکو جمع کرنے جاتے تھے اور امت کو مطلع کرتے رہتے تھے کہ قرآن علی کے پاس ہے۔ یہ قرآن اور میری عترت قیامت تک ساتھ رہیں گے جو قرآن کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ علی کے پاس آئے۔

سوادِ اعظم کے علمار کا قول ہے کہ آنحضرتؐ نے جمعِ قرآن کی طرف مطلقاً توجہ نہیں کی۔ صرف آیات و سور کی ترتیب آپ لوگوں کو بتا دیتے تھے (کتاب تاریخ فقہ اسلامی عبد السلام ندوی ص ۵۷) خلافت کی طرح جمع قرآن کا انتظام بھی حضرت عمر ہی نے کیا۔ جنگ یمامہ میں جب بہت سے حفاظِ قرآن قتل ہو گئے تو حضرت عمر کو خیال آیا کہ اسطرح تو قرآن ضائع ہو جائے گا۔ آپ نے حضرت ابو بکر کو مشورہ دیا کہ قرآن شریف کو جمع کرائیں چنانچہ ایسا کیا گیا۔

مولوی عبد السّلام ندوی اپنی کتاب تاریخ فقہ اسلامی کے صفحہ ۵۷ پر لکھتے ہیں

"آیات و سور کی جو ترتیب ہوتی تھی رسول اللہ خود ان کو بتا دیتے تھے مگر رسول اللہ کی وفات کے زمانہ تک قرآن مجید ایک مصحف میں جمع نہیں ہوا تھا بلکہ حفاظِ قرآن کے سینوں، کاتبانِ وحی اور دوسرے کاتبوں کے صحیفوں میں محفوظ تھا۔"

اگر آیات اور سورتوں کی ترتیب یعنی قرآن شریف میں ان کا محل وقوع ہی جناب رسولِ خدا نے مقرر کر دیا تو پھر جمع قرآن میں باقی کیا رہ گیا۔

اب ہم عقائد و روایاتِ سوادِ اعظم کا تذکرہ کرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے

حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل (راویوں کے نام عربی میں ملاحظہ کیجئے)

عن ابراهیم بن سعد حدثنا ابن
شهاب عن عبید بن سباق ان زید
ابن ثابت رضی الله عنه قال ارسل
الی ابوبکر مقتل اهل الیمامه فاذا
عمر ابن الخطاب عنده قال ابوبکر
رضی الله عنه ان عمر اتانی فقال ان
القتل قد استحر یوم الیمامه بقراء
القرآن وانی اخشی ان یستحر القتل
بالقراء بالمواطن فیذهب کثیر من
القرآن وانی اری ان تامر بجمع القرآن
قلت لعمر کیف تفعل شیئاً لم یفعله
رسول الله صلی الله علیه وسلم
قال عمر هذا والله خیر فلم یزل
عمر یراجعنی حتی شرح الله صدری
لذالک ورایت فی ذالک الذی
رای عمر قال زید قال
ابوبکر انک رجل شابٌ
عاقل لانتهمک قد کنت
تکتب الوحی رسول الله
صلے الله علیه وسلم
فتتبع القرآن

زید ابن ثابت کہتے ہیں کہ مجھے ایک دن
جنگ یمامہ کے بعد حضرت ابوبکر نے بلایا
میں پہونچا تو عمر بھی انکے پاس تھے حضرت
ابوبکر نے مجھ سے کہا کہ عمر نے مجھ سے آن
کر بیان کیا کہ جنگ یمامہ میں بکثرت حفاظ
قرآن قتل ہوئے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ
اگر اسیطرح لڑائیوں میں حفاظ قتل
ہوتے گئے تو قرآن کا بہت سا حصہ
ضائع ہو جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ
تم قرآن شریف کے جمع کرنے کا حکم دو
اس پر میں نے عمر سے کہا کہ تم وہ بات
کیونکر کروگے جو رسولؐ خدا نے نہیں کی،
عمر نے جواب دیا نہیں یہ کار نیک ہے
اور عمر اسیطرح بار بار مجھ کو سمجھاتے رہے
یہانتک کہ خداوند تعالیٰ نے میرے
سینہ کو اس کے لئے کھول دیا اور میں
نے بھی وہی رائے قائم کرلی جو عمر کی
تھی۔ زید ابن ثابت کہتے ہیں کہ پھر ابوبکر
نے مجھ سے کہا کہ تم نوجوان عاقل ہو
ہم تم میں کوئی قابل الزام عیب نہیں
پاتے اور تم رسول خدا کے کاتب وحی

فاجمعه فوالله لو كلفونى نقل
جبل من الجبال ماكان اثقل
على مما امرنى به من جمع
القرآن قلت كيف تفعلون شيئًا
لم يفعله رسول الله صلى الله
عليه وسلم قال هو والله خير
فلم يزل ابوبكر يراجعنى حتى
شرح الله صدرى للذى
شرح له صدر ابوبكر وعمر
رضى الله عنهما فتتبعت
القرآن اجمعه من العسب
واللخاف وصدور الرجال
حتى وجدت آخر سورة التوبة
مع ابى خزيمة الانصارى
لم اجدها مع احد غيره
لقد جاءكم رسول من
انفسكم عزيز عليه ما
عنتم حتى خاتمة براءة
فكانت الصحف عند
ابى بكر حتى توفاه الله ثم
عند عمر حياته ثم عند

رہے ہو‘ بس اب قرآن کو ڈھونڈھو
جہاں بھی ہو وہاں سے نکالو اور جمع کرو‘
زید ابن ثابت کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر وہ
لوگ مجھے پہاڑ کو اپنی جگہ سے سرکانے کو
کہتے تو وہ مجھ کو ان کے ارشاد جمع قرآن
سے گراں نہ ہوتا۔ میں نے کہا کہ تم لوگ
وہ کام کیوں کرتے ہو جو جناب رسول خدا
نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ نہیں۔
یہ کار خیر ہے ابوبکر مجھ کو بار بار سمجھاتے رہے
یہانتک کہ خدا نے میرا سینہ بھی اس بات
کے لئے اسی طرح کھول دیا جسطرح ابوبکر
وعمر کا کھولا تھا۔ پس میں نے قرآن شریف
کو تلاش کر کے کھجور کی شاخوں‘ پتھر کے
ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا
کر کے جمع کرنا شروع کیا‘ یہانتک کہ
سورۂ توبہ کا آخری حصہ مجھ کو ابو خزیمہ
انصاری سے ملا ان کے علاوہ میں نے
اس کو کسی دوسرے کے یہاں نہ پایا۔
لقد جاء کم رسول‘‘ آخر سورۂ توبہ تک
یہ صحیفہ تادم وفات حضرت ابوبکر کے
پاس رہا۔ اس کے بعد حضرت عمر کے

حفصۃ بنت عمر رضی اللہ عنہ — پاس ان کی زندگی تک رہا۔ پھر حضرت حفصہ کے پاس رہا۔

ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری۔ صحیح بخاری۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب جمع القرآن الجزء الثالث ص ۱۵۰ عبدالسلام ندوی؛۔ تاریخ فقہ اسلامی ص ۱۵۷ و ۱۵۸۔ جلال الدین سیوطی؛۔ تاریخ الخلفاء، حالات ابوبکر؛ ذکر جمع القرآن۔ حافظ ابو عمر یوسف المعروف ابن عبدالبر:۔ کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ترجمہ زید بن ثابت الجزء الاول ص ۱۹۴۔

دیکھئے قرآن مجید جمع کرنے میں کتنی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ جب جناب رسول خدا کے احکام سے اعراض کر کے اصلی ہادیانِ دین کو چھوڑ کر غلط رہنماؤں کی پیروی کی جاتی ہے تو اس کے یہی نتیجے ہوتے ہیں، اس عبارت پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل واقعات کا پتہ چلتا ہے

۱۔ نہ تو حضرت زید ابن ثابت کے پاس اور نہ ان کے پاس جنھوں نے اپنے تئیں خلیفہ و جانشین کہلانا پسند کیا تھا، اور نہ ان کے دست راست حضرت عمر کے پاس مکمل قرآن موجود تھا۔ زید ابن ثابت کو ہر کس و ناکس کے پیچھے دوڑنا پڑا اور قرآن شریف کی آیات جمع کی گئیں۔ جانشین رسول کی پہلی علامت یہ ہے کہ اس کے پاس رسول کی مکمل کتاب موجود ہو لیکن ان کے پاس نہیں تھی، لہذا ثابت ہوا کہ وہ اصلی جانشینِ رسول نہ تھے۔

۲۔ حضرت زید ابن ثابت نے قرآن شریف کی آیتوں کی تلاش میں ہر طرف چھان بین کی لیکن حضرت علیؑ کی طرف نہ گئے، کیونکہ یہ حضرت علی کی مخالف پارٹی میں تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف جمع کرنے کا

شوق سیاسی مصالح پر مبنی تھا۔ مذہب کی محبت اس کی بنیاد نہ تھی۔

۳ ۔ سورۂ توبہ کا آخری حصہ فقط ایک آدمی کے پاس ملا، کسی اور کے پاس نہ تھا کیا ثبوت ہے کہ یہ قرآن کا حصہ تھا، اس کی تصدیق تو کسی اور سے ہوئی نہیں صرف ابوخزیمہ انصاری نے سورہ توبہ کو اسطرح لکھا ہوا تھا۔ معمولی باتوں کے لئے تو حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہؑ و حضرت علیؑ تک کی گواہی غلط سمجھی اور مزید گواہ طلب کئے۔ جمع قرآن میں اتنی بے احتیاطی کہ کسی اور سے اس کی تصدیق بھی نہ کرائی۔

۴ ۔ اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے قرآن شریف جمع نہیں کیا تھا۔

۵ ۔ جس طریقے سے زید بن ثابت نے یہ قرآن جمع کیا اس سے غلطی و کمی بیشی کا احتمال بلکہ یقین ہو سکتا ہے لوگوں کے حافظے اور اعتبار کیا گیا، خبر نہیں کس کس سے پوچھا وہ کس سیاسی عقائد کے لوگ تھے چونکہ اس غرض کے لئے بنو ہاشم کی طرف رجوع نہیں کیا لہذا اس سے صاف عیاں ہے کہ جمعِ قرآن سیاسی عقائد کی بنا پر تھی، اسطرح حضرت علیؑ کا نام نکل جانا معمولی سی بات تھی۔ اور چونکہ یہ حکومت کے نظریہ کے مطابق تھا لہذا اس کا واقع ہونا یقینی ہو گیا۔

۶ ۔ جمع قرآن بھی صرف حضرت عمر ہی کی تجویز تھی، نام تو یہ کیا کہ حفاظ قتل ہو جائیں گے اصل وجہ اور تھی۔

۷ ۔ حضرت عمر جس سے اس کا ذکر کیا اس نے اس کو جناب رسولؐ خدا کے طرزِ عمل کے مخالف سمجھا مگر بعد میں جب حضرت عمر نے سیاسی پیچ اوپنچ دکھایا تو شرح صدر ہو گیا۔

۸۔ اس سے ثابت ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے کم سے کم حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت عثمان کو قرآن شریف جمع کرنے کی ہدایت نہیں فرمائی تھی اور نہ ان کے ذمے یہ فرض لگایا تھا اور نہ ان کے پاس مکمل قرآن ہی موجود تھا لہذا وہ جانشینِ رسول نہیں ہو سکتے تھے۔

۹۔ زید ابن ثابت میں قابلیت واہلیت قرآن جمع کرنے کی نہ تھی چنانچہ وہ اس کام کو پہاڑ کے سرکانے سے بھی زیادہ مشکل سمجھتے تھے۔ سنہ ۲ھ میں ان کی عمر گیارہ سال کی تھی (الاستیعاب ترجمہ زید بن ثابت ص ۹۴) اور جمعِ قرآن کا حکم سنہ ۱۱ ہجری میں جنگِ یمامہ کے زمانہ میں ہوا۔ گویا اس وقت ۲۲ سال کے بچے تھے۔ ان کی کمی برس کی وجہ سے آنحضرتؐ نے ان کو جنگِ بدر میں لڑائی کی اجازت نہ دی۔ ان بزرگوں کا منطق کبھی کسی ایک اصول پر مبنی نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ جناب ابوبکر و عمر سن میں حضرت علی سے بڑے تھے لہذا صغیر سنی کی وجہ سے حضرت علی کو نظر انداز ہی ہونا چاہئے تھا۔ مگر ایک بچے کو جمعِ قرآن کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ اور اب اس کی صغیر سنی اس کے لئے کچھ مانع نہیں ہے زید ابن ثابت تو اپنے تئیں اس کا اہل نہیں سمجھتے تھے' اصرار کر کے ان کے ذمہ یہ فرض لگایا جاتا ہے۔ حضرت علی جو ببانگ دہل کہہ رہے ہیں کہ پوچھ لو جو مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو' کتاب اللہ کے متعلق پوچھ لو' قسم بخدا کوئی آیت ایسی نہیں کہ جس کی نسبت مجھے یہ نہ معلوم ہو کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو' میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر' نرم زمین پر نازل ہوئی یا پتھریلی پر (ص ۳۔ ۸۸۲ حصہ اول) جناب رسولؐ خدا آخر وقت تک یہ ہی کہتے رہے کہ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ میرے اہل بیت جن کے راس و رئیس یہ علی ہیں اور کتاب اللہ! یہ ایک دوسرے سے قیامت تک

جدا نہ ہوں گے، اگر تم ان دونوں سے تمسک رکھو گے تو قیامت تک گمراہ نہ ہو گے
ایسے شخص کی طرف تو جمع قرآن کے لیۓ رجوع نہیں کیا۔ منتخب کس کو کیا جاتا ہے،
ایک بائیس برس کے نوجوان کو بہانہ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ کاتبِ وحی
تھا۔ کاتبِ وحی تو وہ شخص بھی تھا جو بعد میں مرتد ہو گیا اور جنابِ رسولِ خدا
نے مدینہ سے جلا وطن کر دیا، زید ابن ثابت ایسے کاتبِ وحی تھے کہ خود ان کے
پاس کچھ نہ تھا، دوسروں ہی سے مانگ مانگ کر پیوند سازی کی اور کاتبِ وحی
ہونا ہی خاص باعثِ فضیلت تھا تو حضرت علی بھی کاتبِ وحی تھے، زید ابن ثابت
تو اس وقت بچوں سے گلیوں میں کھیل رہے تھے جب قرآن شریف کا بہت بڑا حصہ
نازل ہو چکا تھا اور جب علی مرتضیٰ زیرِ تربیت رسول علمِ قرآن اس وقت اخذ
کر رہے تھے، قرآن کا مکی حصہ $\frac{19}{30}$ ہے اور مدنی حصہ $\frac{11}{30}$ ہے۔ قیام مکہ میں
قرآن شریف کے نازل ہونے کی مدت ۱۲ سال پانچ مہینے اور ۳ دن ہیں۔
مدینہ میں نزولِ قرآن کا زمانہ نو سال نو مہینے اور نو دن ہے (عبد السلام
ندوی تاریخ فقہ اسلامی ص ۶) جب آنحضرت مکہ سے ہجرت
کر کے مدینہ میں تشریف لاۓ، اس وقت زید ابن ثابت کی عمر گیارہ سال
تھی اور خاص ذہانت و ذکاوت کے مالک بھی نہ تھے۔ تعجب اور ہزار تعجب ہے
کہ ایسے لڑکے کو اس کام پر مقرر کیا جاتا ہے اور حضرت علی کی طرف رجوع نہیں
کیا جاتا، صرف یہی ایک بات اس امر کے ثابت کرنے کے لیۓ کافی ہے کہ قرآن
شریف کے جمع کرنے میں سیاسی تجاویز مرکوز تھیں۔ اس کا تعلق امدادِ
مذہب سے نہ تھا۔

۱۰۔ علامہ ابن عبد البر نے بتا دیا کہ زید ابن ثابت کو
کیوں منتخب کیا گیا، وہ کہتے ہیں:۔

قال ابو عمر رحمہ اللہ کان عثمان یحب زید ابن ثابت و کان زید عثمانیا ولم یکن فیمن شہد شیئاً من مشاھد علی مع الانصار۔	حضرت عثمان کو زید ابن ثابت سے بہت محبت تھی اور زید حضرت عثمان کی پارٹی میں تھا اور وہ حضرت علی کے ساتھ ایک لڑائی میں بھی شامل نہ ہوا۔

(حافظ ابو عمر یوسف المعروف بابن عبد البر:۔ کتاب الاستیعاب الجزء الاول ترجمہ زید ابن ثابت ص ۱۹۴)

نیز ملاحظہ ہو۔ عبد السلام ندوی :۔ تاریخ فقہ اسلامی ص ۱۹۲۔

جب زید بن ثابت کو مجبوراً یہ پہاڑ اٹھانا پڑا تو انھوں نے سب سے پہلے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ سے جتنا بھی قرآن ان کے پاس تھا وہ طلب کیا۔

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے اپنے اپنے قرآن کس طرح جمع کئے تھے وہ ہم بتاتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے :۔

حدثنا یحیی بن یحیٰی التمیمی قال قرأت علی مالک عن زید بن اسلم عن القعقاع بن حکیم عن ابی یونس مولیٰ عائشہ انہ قال امرتنی عائشہ ان اکتب لہا مصحفاً وقالت اذا بلغت ھذہ الایۃ حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ فاذنی قال فلما بلغتہا اذنتہا فقالت علی حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ	(اسمائے رواۃ عربی عبارت میں دیکھئے) ابو یونس حضرت عائشہ کے غلام سے مروی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ عائشہ نے مجھے قرآن شریف لکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ جب تو اس آیہ حافظوا الایۃ پر پہنچے تو مجھ سے اجازت لے لینا۔ جب میں وہاں تک پہنچا تو میں نے ان سے اجازت لی، انھوں نے مجھ سے اسطرح لکھوایا حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ

العصر و قوموا لله قانتين قالت
عائشة سمعتها من رسول الله ۔
تفسیر درمنثور میں ہے ۔
واخرج عبد الرزاق والبخاری
فی تاریخه وابن جریر وابن ابی
داؤد فی المصاحف عن ابی رافع
مولی حفصة قال استکتبنی حفصة
مصحفاً فقالت اذا اتیت علی هذه
الآیة فتعال حتی املیها علیک کما
اقرأتها فلما اتیت علی هذه الآیة
حافظوا علی الصلوٰة والصلوٰة الوسطی
وصلوٰة العصر فلقیت ابی بن کعب
فقلت ابا المنذر ان حفصة
قالت کذا وکذا فقال هو
کما قالت اولیس اشغل ما
نکون عند صلوٰة الظهر فی
عملنا ۔
واخرج مالک وابوعبید
وعبد بن حمید و
ابویعلی وابن جریر
وابن الانباری

الوسطی وصلوٰۃ العصر وقوموا للّٰہ
قانتین ۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ میں نے
جناب رسول خدا سے اسی طرح سنا تھا ۔
عبدالرزاق نے و بخاری نے اپنی تاریخ
میں ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابن داؤد
نے المصاحف میں ، ابورافع غلام حضرت
حفصہ بنت عمر سے روایت کی ہے ، وہ کہتا
ہے کہ حضرت حفصہ نے مجھ سے ایک قرآن
کا نسخہ لکھنے کو کہا اور کہا کہ جب تو اس
آیت پر پہونچے تو مجھے بلا لینا تاکہ میں
بولتی جاؤں اور تو لکھتا جائے جس
طرح کہ میں اس آیت کو پڑھا کرتی ہوں
پس جب میں اس آیت پر پہونچا یعنی آیہ
حافظوا علی الصلوٰۃ تو حفصہ نے کہا
کہ لکھو حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ
الوسطی وصلوٰۃ العصر ۔ پس اس کے
بعد میں ابی ابن کعب سے ملا اور اس سے
کہا کہ اے ابوالمنذر مجھ سے حفصہ نے یہ یہ
کہا ۔ اس نے کہا کہ وہ سچ کہتی ہیں ۔
کیا نماز ظہر کے وقت ہم اپنے کاموں میں
مشغول نہیں ہو جاتے ۔ مالک و ابوعبید

فی المصاحف والبیہقی فی سننہ عن عمرو بن رافع قال کنت اکتب مصحفاً لحفصۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت اذا بلغت ھذہ الآیۃ فاذنی حافظوا علی الصلوٰۃ و الصلوٰۃ الوسطیٰ فلما بلغتہا اذنتہا فاملت علیّ حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر وقوموا للہ قانتین وقالت اشہد انی سمعتہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخرج عبدالرزاق عن نافع ان حفصہ رفعت مصحفاً الی مولیٰ لہا یکتبہ وقالت اذا بلغت ھذہ الآیۃ حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ فاذنی فلما بلغہا جاءھا فکتبت بیدھا حافظوا علی الصلوٰۃ و الصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر

وعبد بن حمید وابویعلیٰ وابن جریر نے اور ابن الانباری نے المصاحف میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں عمرو بن نافع سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت حفصہ زوجہ نبی کے لئے میں ایک قرآن شریف لکھ رہا تھا حضرت حفصہ نے کہا کہ جب تو اس آیت پر پہنچے تو میری اجازت لے لینا۔ آیتہ یہ ہے حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ۔ پس جب میں اس آیت پر پہنچا تو ان کی اجازت چاہی تو انھوں نے آیت بول کر اس طرح لکھوائی حافظوا علی الصلوٰۃ و الصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر وقوموا للہ قانتین۔ اور کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے جناب رسولؐ خدا سے اسی طرح سنا تھا اور عبدالرزاق نے رواۃ کے سلسلہ سے نافع سے روایت کی ہے کہ حفصہ نے ایک قرآن شریف اپنے غلام کو لکھنے کے لئے دیا تھا کہا کہ جب تو اس آیتہ پر پہنچے حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ تو مجھے بتادینا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا تو وہ غلام ان کے پاس

اخرج مالکؒ واحمد وعبد بن
حمید ومسلم وابو داؤد
والترمذی والنسائی وابن
جریر وابن ابی داؤد وابن
الانباری فی المصاحف
والبیھقی فی سننه عن
ابی یونس مولی عائشة
قال امرتنی عائشة ان اکتب
لھا مصحفا وقالت اذا
بلغت ھذہ الآیة فاذنی
حافظوا علی الصلوٰة والصلوٰة
الوسطیٰ فلما بلغتھا اذنتھا فاملت
علی حافظوا علی الصلوٰة والصلوٰة
الوسطیٰ وصلوٰة العصر وقوموا
للہ قانتین وقالت عائشة
سمعتھا من رسول اللہ
صلی اللہ علیه وسلم واخرج
عبد الرزاق وابن جریر وابن
ابی داؤد فی المصاحف وابن
المنذر عن ام حمید بنت
عبد الرحمن انھا سألت

گیا۔ حضرت حفصہ نے اپنے ہاتھ سے لکھ دیا
حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ و
صلوٰۃ العصر اور امام مالک اور امام احمد
وعبد بن حمید ومسلم وابوداؤد وترمذی
ونسائی وابن جریر وابن ابی داؤد
اور ابن الانباری نے المصاحف میں
اور بیہقی نے اپنے سنن میں ابو یونس غلام
حضرت عائشہ سے روایت کی ہے وہ کہتا
ہے کہ عائشہ نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک
قرآن شریف ان کے لیے لکھوں اور کہا
کہ جب تو اس آیت پر پہنچے تو مجھے بلا لینا
حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ
پس جب میں اس آیت پر پہونچا تو میں نے
ان کو بتایا۔ انھوں نے خود لول بول کر
آیت اسطرح لکھوائی حافظوا علی الصلوٰۃ
والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر وقوموا
للہ قانتین۔ عائشہ نے کہا کہ میں نے
رسول خدا سے اسی طرح سنا تھا اور ابن
جریر وعبد الرزاق نے وابن ابی داؤد نے
المصاحف میں اور ابن المنذر نے ام حمید
بنت عبد الرحمن سے روایت کی ہے وہ

عائشۃ عن الصلوٰۃ الوسطیٰ فقالت کنا نقرأھا فی الحرف الاول علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر وقوموا للہ قانتین۔

جلال الدین سیوطی کتاب لدر المنثور الجزء الاول (ص ۳۰۲)

کہتی ہے کہ میں نے حضرت عائشہ سے الصلوٰۃ الوسطیٰ کی بابت پوچھا تو اس نے کہا کہ ہم عہد جناب رسالتمآب میں اسی طرح پڑھتے تھے حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ العصر وقوموا للہ قانتین۔

کتاب موطا امام مالکؒ اور فتح الباری ابن حجر عسقلانی میں بھی یہ دونوں روائتیں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی اسی طرح درج ہیں۔ غلاموں کا مبلغ علم ظاہر ہے۔ باب مدینہ علم نبی کو چھوڑ کر غلاموں کے علم و لیاقت پر بھروسہ کرنا جس حکومت کی سیاسی تدبیروں کا نتیجہ ہو اس کا آخری انجام معلوم۔

حضرت عثمان کے زمانہ میں قرآن شریف کو اس کی موجودہ شکل دی گئی اس کے لئے ایک کمیٹی مقرر ہوئی۔ یہ قصہ اس طرح ہے۔

حدثنا موسٰی حدثنا ابراھیم حدثنا ابن شہاب ان انس بن مالکؓ حدثہ ان حذیفۃ بن الیمان قدم علی عثمان وکان یغازی اھل الشام فی فتح ارمینیہ واذربیجان مع اھل العراق فافزع حذیفۃ اختلافھم فی القرأۃ فقال حذیفۃ لعثمان

(اسماء راویان عربی عبارت میں ملاحظہ فرمائیے)

انس ابن مالک کہتے ہیں کہ جنگ ہائے ارمینیہ و آذربائیجان کے دوران میں حذیفہ بن الیمان حضرت عثمان کے پاس آئے کیونکہ ان کو قرآن شریف میں لوگوں کے اختلاف نے بہت رنج پہنچایا تھا اور کہا کہ اے امیرالمومنین اس امت کی مدد کو پہنچو قبل اس

يا امير المومنين ادرک هذه
الامة قبل ان يختلفوا فی الکتاب
اختلاف اليهود والنصاری فارسل
عثمان الی حفصة ان ارسلی الينا
بالمصحف ننسخها فی المصاحف
ثم نردها اليک فارسلت بها
حفصة الی عثمان فامر زيد بن
ثابت وعبد الله بن الزبير وسعيد
بن العاص وعبد الرحمن بن
الحرث بن هشام فنسخوها فی
المصاحف وقال عثمان
القرشيين الثلاثة اذا اختلفتم
انتم وزيد بن ثابت فی شیء
من القرآن فاکتبوه بلسان
قريش فانما نزل بلسانهم ففعلوا
حتی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف
رد عثمان الصحف الی حفصة و
ارسل الی کل افق بمصحف مما
نسخوا وامر بما سواه من القرآن
فی کل صحيفة او مصحف ان
يحرق - قال ابن شهاب واخبرنی

کے کہ یہودی نصاریٰ کی طرح اپنی کتاب
میں اختلاف پیدا کردیں۔ پس عثمان نے
حفصہ کے پاس آدمی بھیجا کہ ہمارے
پاس قرآن شریف کا نسخہ بھیج دو
تاکہ ہم نقل کریں، پھر ہم تم کو واپس
کردیں گے۔ پس حفصہ نے اپنا قرآن
شریف عثمان کے پاس بھیج دیا، انھوں
نے زید بن ثابت وعبد اللہ بن زبیر و
سعید بن العاص وعبد الرحمٰن بن
الحرث بن ہشام کی ایک جماعت مقرر
کی اور ان سے کہا کہ اس کی دو نقلیں کرو
اور اگر تم آپس میں اختلاف کرو زید بن
ثابت سے تو قریش کی زبان میں لکھو کیونکہ
یہ قرآن شریف قریش کے لہجہ میں نازل
ہوا ہے پس انھوں نے ایسا ہی کیا اور
نقلیں ختم کردیں تو عثمان نے حفصہ کا
قرآن تو واپس کردیا اور ایک ایک نسخہ
ہر ملک میں بھیجدیا اور حکم دیا کہ اس کے
سوا اگر کچھ اور قرآن کا حصہ کہیں ملے
تو اس کو جلا دو۔ ابن شہاب کہتے ہیں
کہ مجھکو زید بن ثابت کے لڑکے خارجہ

خارجہ بن زید بن ثابت سمع زید بن ثابت قال فقدت ایۃ من الاحزاب حین نسخنا من المصحف کنت اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأبھا فالتمسناھا فوجدناھا مع خزیمہ بن ثابت الانصاری من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فالحقناھا فی سورتھا فی المصحف۔

نے بتایا کہ میں نے اپنے باپ زید کو کہتے سنا ہے کہ سورہ احزاب کی ایک آیت نہیں ملتی تھی۔ جب قرآن لکھنے لگے جو جناب رسولؐ خدا پڑھا کرتے تھے۔ پس ہم نے اس کو تلاش کیا یہانتک کہ خزیمہ بن ثابت کے پاس وہ مل گئی اور وہ آیت یہ تھی۔ من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ پس ہم نے اس کو سورۂ احزاب میں داخل کردیا۔

صحیح بخاری :۔ کتاب فضائل القران باب جمع القرآن الجزء الثالث ص ۱۵۰
عبدالسلام ندوی :۔ تاریخ فقہ اسلامی ص ۱۶۰۔ جلال الدین سیوطی :۔ الاتقان الجزء الاول ص ۵۹

حضرت عثمان کے زمانہ میں جمع قرآن کا کام ۲۵ ہجری میں انجام پایا۔ اس واقعہ سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت عثمان کے پاس بھی مکمل قرآن نہ تھا اور نہ اس کا علم رکھتے تھے۔ انھیں زید ابن ثابت اور عبد الرحمٰن بن الحرث جیسے نوجوانوں پر بھروسہ کرنا پڑا۔

۲۔ اب دیکھیں کہ اس کمیٹی کے ممبران کون کون تھے، زید ابن ثابت کا حال پہلے گذر چکا ہے۔ عبداللہ ابن زبیر نواسے تھے حضرت ابو بکر کے ۲ھ میں پیدا ہوئے گویا جمع قرآن کے وقت ان کی عمر ۲۳ سال کی تھی۔ یہ وہ ہونہار

نوجوان تھے جن کی نسبت حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ زبیر بن العوام ہم میں سے تھے جب تک کہ ان کے بیٹے عبداللہ بڑے نہیں ہوئے تھے۔ سن تمیز کو پہنچ کر انھوں نے اپنے باپ کو حضرت علی کے مخالف کردیا۔ جنگ جمل ان ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا'
سعید بن العاص بنوامیہ میں سے تھے۔ سلہ میں پیدا ہوئے جمع قرآن کے وقت ان کی عمر ۲۴ سال کی تھی' ان کے والد بزرگوار کو جنگ بدر میں حضرت علی نے قتل کیا تھا (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الجزء الثانی ص ۵۵۵)
عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام بن المغیرہ مخزومی تھے۔ بنو مخزوم حضرت علی کے خاص طور سے دشمن تھے۔ جب آنحضرت کا انتقال ہوا تو یہ دس سال کے تھے۔ جمع قرآن کے وقت ان کی عمر بھی ۲۴ یا ۲۵ سال کی تھی۔

۳۔ ایسے بچوں کو جمع قرآن کے لیے منتخب کیا جاتا ہے کہ جو ابھی سن تمیز کو بھی نہیں پہنچے تھے کہ نزول قرآن ختم ہوگیا تھا۔ کوئی خاص فضیلت و بزرگی کے حامل نہ تھے۔ ہاں ان کا ایک مابہ الامتیاز تھا کہ حضرت علی سے دشمنی رکھتے تھے۔ ان کے مقابلہ میں کن کو نظر انداز کیا گیا' حضرت علیؑ' عبداللہ ابن مسعودؓ عبداللہ ابن عباس و عمار ابن یاسر' مقداد و ابوذر کو' یہ وہ بزرگوار تھے کہ جن کے فضائل سے خود گروہ اہل حکومت کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ عبداللہ ابن مسعود کی نسبت ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اگر قرآن سیکھنا ہو تو عبداللہ ابن مسعود سے سیکھو۔ مگر ان خلفاء نے آنحضرت کے اس قول کی تائید نہ کی۔ کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ یہ بزرگوار قرآن شریف کو اس پالیسی کے مطابق جمع کرنا نہیں چاہتے تھے جو اس وقت حکومت کی تھی۔
عبداللہ ابن مسعود سے حضرت عثمان نے کہا کہ اپنا قرآن ترک کردو اور ہمیں دیدو تاکہ ہم اس کو جلادیں، انھوں نے انکار کیا۔ اس پر حضرت عبداللہ ابن

مسعود کو خوب مارا گیا۔

علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں :۔

وروی الاعمش عن شقیق ابی وائل قال لما امر عثمان فی المصاحف بما امر قام عبداللہ بن مسعود خطیبا فقال ایامرونی ان اقرء القرآن علی قرأۃ زید بن ثابت والذی نفسی بیدہ لقد اخذت من فی رسول اللہ صلعم سبعین سورۃ وان زید بن ثابت یلعب بہ الغلمان۔

اعمش نے روایت کی ہے ابو وائل شفیق بن اسلم سے کہ جب حضرت عثمان نے قرآن کی نسبت وہ حکم دیا جو انھوں نے دیا کہ عبداللہ بن مسعود نے ایک خطبہ لوگوں کے سامنے دیا جس میں کہا کہ کیا یہ مجھ کو حکم دیتے ہیں کہ میں قرآن کو زید بن ثابت کے مطابق پڑھوں۔ بخدائے لایزال میں نے جناب رسولؐ خدا سے ستر سورتیں اخذ کیں اور اس وقت زید ابن ثابت بچوں کے ساتھ کھیلتا تھا۔

ابن عبدالبر :۔ الاستیعاب الجزء الاول ترجمہ عبداللہ بن مسعود ص ۴۳

قال حذیفہ لقد علم المحفوظون من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان عبد اللہ بن مسعود کان من اقربھم وسیلۃ واعلمھم کتاب اللہ۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہؐ میں سے ہی حافظانِ قرآن تھے وہ جانتے تھے کہ عبداللہ ابن مسعود ان سب میں آنحضرتؐ سے قریب تر تھے اور زیادہ علم قرآن رکھنے والے تھے۔

الاستیعاب :۔ ترجمہ عبداللہ بن مسعود ص ۳۷۲۔

۲۔ جو قرآن حضرت ابوبکر کے زمانہ میں جمع کیا گیا تھا اور حضرت حفصہ کے پاس رکھا گیا تھا اور جس کو اب حضرت عثمان نے نقل کے لئے طلب کیا تھا وہ بھی

کامل نہ تھا، اگرچہ زید ابن ثابت کا ہی جمع کیا ہوا تھا۔ اب ۱۴ برس کے بعد ان کو یاد آیا کہ اس میں ایک آیت رجال صدقوا ما الآیہ نہیں ہے لہذا اسکی تلاش میں نکلے۔

۴۔ حفاظ اور صحابہ میں سے وہ کسی کے پاس سوائے خزیمہ بن ثابت کے نہ نکلی۔

۵۔ تو کیا احتمال نہیں ہو سکتا کہ اور ایسی ہی آئتیں ہوں گی جو اسی طرح جمع ہونے سے رہ گئیں کیونکہ زید ابن ثابت کے ذہن سے اتر گئیں۔

۶۔ اس جمع شدہ قرآن کو چاہئے تھا کہ مسجد میں صحابہ کے مجمع میں پیش کرتے تاکہ اس میں اگر کوئی آیت نہوتی تو دیگر لوگ اسکی کمی کو پورا کر دیتے بلکہ بہتر تو یہ ہوتا کہ تمام سلطنت سے قرآن شریف جمع کر کے اس سے مقابلہ کرتے۔

۷۔ لیکن ایسا نہ کیا بلکہ اس کو قطعی حکم دے کر کے کسی اور کو اس پر گفتگو کرنے کا حق بھی نہ دیا، اور جس نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا اس کو مارا۔

۸۔ ایسی سختی کی در انحالیکہ خود قرآن شریف کا علم نہیں رکھتے تھے اور اپنے پاس مکمل قرآن نہ تھا، اگر اپنے پاس مکمل قرآن ہوتا تب بھی کچھ بات تھی۔

۹۔ اتنی مشکلات جمع قرآن میں پیش آئیں مگر حضرت علیؑ کی طرف پھر بھی رجوع نہ کیا۔

ان تمام امور سے صریحاً ثابت ہے کہ جمع قرآن ایک سیاسی تدبیر تھی۔ حدیث مدینۃ العلم اور دیگر احادیث جو حضرت علی کی شان میں تھیں اور لوگوں میں جاری تھیں ان کے اثر کو دور کرنے کے لئے بھی یہ ایک تدبیر تھی، عام لوگوں کو جتانا مطلوب تھا کہ حضرت علی سے بہت اعلیٰ و بہتر و افضل لوگ موجود ہیں ان میں تو معاذ اللہ قرآن کے جمع کرنے کی بھی اہلیت نہیں ان سے تو ۲۲ برس کے چھوکرے زیادہ عالم قرآن ہیں۔

تحریف و اغلاط قرآن کے عقائد

صحیح بخاری میں ایک خاص باب اس عنوان سے قائم کیا گیا ہے۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتبعن سنن من کان قبلکم۔ یعنی آنحضرتؐ کا قول کہ البتہ تم چلوگے اگلے لوگوں کی چالوں پر۔ اس باب کے تحت میں ایک حدیث یہ لکھی ہے :۔

حدثنا محمد بن عبد العزیز قال حدثنا ابو عمر الصنعانی من الیمن عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لتتبعن سنن من قبلکم شبرًا شبرًا وذراعًا ذراعًا لو دخلوا جحر ضب تبعتموها قلنا یارسول اللہ الیہود والنصاری قال فمن ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

(اسمار راویان عربی میں ہی دیکھیں)

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ البتہ تم چلوگے اگلے لوگوں کی چالوں پر بالشت بالشت بھر اور ہاتھ ہاتھ بھر یہاں تک اگر وہ سوسمار کے سوراخ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی ان کی پیروی کروگے۔ ہم نے عرض کی کہ یا حضرت یہود و نصاریٰ کی چال پر چلیں گے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر وہ نہیں تو پھر کون ؟ یعنی یہود و نصاریٰ ہی مراد ہیں، ان کی چال پر چلوگے۔

صحیح بخاری :۔ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الجزء الرابع ص ۱۷۶۔

یہ حدیث دیگر کتب احادیث یعنی صحیح مسلم و کنز العمال و سنن نسائی وغیرہ میں بھی درج ہے، یہود و نصاریٰ کا اپنی اپنی آسمانی کتابوں کی تحریف کرنا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ یہود و نصاریٰ نے اپنی اپنی کتابوں کی ان آیات میں تحریف کی جو آنحضرتؐ کی رسالت کی تصدیق کرتی تھیں اور ایسی آیات کو چھپانا چاہتے تھے۔ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے مخالفین یعنی مسلمانوں کو معلوم ہوں

وہ لوگ کلمات والفاظ کو ان کی اصلی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھدیتے تھے تاکہ سیاق و سباق کلام کی وجہ سے تاویل ومعانی میں تحریف ہو سکے۔ ملاحظہ ہو پارہ ۱ سورۂ بقرع ۵۔ سورۂ بقرع ۸ وپارہ ۳ سورۂ آل عمران ع ۷ وپارہ ۵ سورۃ النساء ع ۷۔ اس عالم الغیب الشہادہ نے اسی پر ہی اکتفا نہ کی کہ یہود اور نصاریٰ سے اس مذموم فعل کی قلعی کھولی جائے بلکہ خود مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمایا :۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَی النَّارِ ○ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْکِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ ○

(پارہ ۲ سورہ للبقر ع ۲۱)

وہ لوگ جو اس کو چھپاتے ہیں جو کچھ خدا نے کتاب میں نازل کیا ہے اور اس کو تھوڑی قیمت پر بیچتے ہیں اور وہ اپنے پیٹ میں آگ لگائے پھرتے ہیں اور خداوند تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے بات کرے گا اور نہ ان کو پاک کریگا اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے۔ یہ وہی ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور بخشش کے بدلے عذاب خرید لیا تو بس اب آتش جہنم پر کیا اچھی طرح رہنے والے ہیں یہ اسلئے کہ یقیناً خدا نے کتاب کو حق کیساتھ نازل کیا ہے اور جن لوگوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا ہے وہ بے شک بہت بڑی نافرمانی پر ہیں۔

ان آیات کو جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، جناب رسولؐ خدا کی اس حدیث کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے کچھ نتائج تو نکلتے ہیں، غور کی ضرورت ہے۔

تحریف دو قسم کی ہوتی ہے۔ لفظی اور معنوی۔ پھر لفظی تحریف تین طرح سے ہو سکتی ہے۔ (۱) کسی لفظ کلمہ یا آیت کو اپنے اصلی مقام سے ہٹا کر

دوسری جگہ رکھنا۔ (۲) کمی الفاظ (۳) زیادتی الفاظ۔ زیادتی الفاظ کا کوئی فریق قائل نہیں۔ یعنی اس موجودہ قرآن شریف میں انسانی کلام نہیں۔ معنوی تحریف قرآن شریف کی آیات کی غلط تاویل کرنے کو کہتے ہیں' اور اس کے سب قائل ہیں۔ جب ایک آیت کی مختلف تاویلیں ہوئیں تو ظاہر ہے کہ صحیح تاویل کے علاوہ باقی معنوی تحریف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اسلام کے سب فرقے اس غلط تاویل ہی کا نتیجہ ہیں۔ بہت سے صحابہ بھی چونکہ باب مدینہ علم نبی کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔ قرآن شریف کی آیات کے معنی میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے تھے۔ آیات کو انکی اصلی جگہ یا معنی سے اٹھا کر دوسرے موقعہ یا معنی پر رکھنا جس کو قرآن شریف میں یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ کے فقرے سے ظاہر کیا گیا ہے۔ (تمام افتراءات کئے گئے لیکن اس سازش میں حتمی کامیابی نہ ہو سکی۔

اور یہ تو سب مانتے ہیں کہ موجودہ قرآن شریف تنزیل کی ترتیب کے مطابق نہیں ہے۔

اب ہم اس تحریف کا ذکر کرتے ہیں جو الفاظ یا آیات کی کمی کا نام ہے۔

اہل سنت والجماعت کے علماء اس تحریف کے قائل نظر آتے ہیں۔ ان کی روایات ملاحظہ ہوں۔

امام شعرانی اپنی کتاب الکبریت الاحمر فی بیان علوم الشیخ الاکبر میں لکھتے ہیں۔

قال ولوان رسول اللہ صلی	کہا کہ اگر جناب رسول خدا خود
اللہ علیہ وسلم کان ھو	جمع قرآن کی نگرانی کرتے تو ہم ضرور
الذی تولّٰی جمع القرآن	توقف کرتے اور کہتے کہ یہی ہے وہ
توقفنا وقلنا ھذا احدہ	قرآن جس کی ہم روزِ قیامت
ھوالذی نتلوہ یوم القیامۃ	تلاوت کریں گے اور کہا کہ اگر یہ نہ
وقال لولا مایسبق للقلوب	ہوتا کہ یہ ضعیف دلوں کیواسطے

الضعيفة و وضع الحكمة في غير اهلها القيت جميع ما سقط من مصحف عثمان و اما ما استقر في مصحف فلم ينازع احدٌ فيه .

(ص ۱۴۳ بر حاشیہ والجواہر مطبوعہ مصر)

سبقت کریگا (یعنی ان کو شبہات پیدا ہوں گے) اور اس کہنے سے نااہلوں میں حکمت کو ڈال دینا ہوگا (یعنی ایسا کہنے سے نااہل لوگوں کو حکمت کی بات بتا دینا ہوگا) تو ہر ہم ان تمام آیات کو ضرور بیان کر دیتے جو مصحف عثمان سے ساقط ہیں اور کہا (شیخ الاکبر نے) لیکن جو کچھ اب باقی ہے مصحفِ عثمان میں پس کسی نے اس میں تنازعہ نہیں کیا۔

آپ نے دیکھا امام شعرانی اور ان کے شیخ کی تحقیق یہ ہے کہ اس موجودہ مصحف سے بہت سی آیات ساقط ہیں، اگر خود جناب رسالتمآبؐ اس قرآن کے جمع کرنے کی نگرانی کرتے تو پھر ان کو کچھ عذر نہ ہوتا، اور وہ یقین کرتے کہ یہ وہی قرآن ہے جسکی تلاوت روزِ قیامت ہوگی مگر اب ان کو اس میں کلام ہے، ان ساقط شدہ آیات کو امام شعرانی محض اس وجہ سے بیان نہیں فرماتے کہ لوگوں کے اعتقادات میں ضعف آجائے گا۔

کتاب الدر المنثور میں علامہ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں :-

اخرج ابو عبيد وابن الضريس وابن الانباري في المصاحف عن ابن عمر قال لا يقولن احدكم

ابو عبید و ابن الضریس اور نیز ابن الانباری المصاحف میں ابن عمر سے روایت کرتے ہیں، ابن عمر

قد اخذت القرآن کله ما یدری بما کله قد ذهب منه قرآن کثیر ولکن یقل قد اخذت ما ظهر منه

نے کہا کہ کوئی تم میں سے یہ نہ کہے کہ میرے پاس مکمل قرآن ہے۔ اسے کیا معلوم کہ مکمل قرآن کتنا تھا قرآن شریف کا بہت سا حصہ ضائع ہوگیا ہے ہاں وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس اتنا قرآن ہے جتنا ظاہر ہے۔

سورہ احزاب و آیۃ :- کہتے ہیں سورہ احزاب، سورہ البقرہ سے بہت بڑی تھی اور اس میں آیۃ رجم تھی۔

جلال الدین سیوطی کتاب الدر المنثور الجزء الخامس ص ۱۷۹ ـــ و تفسیر اتقان ـ امام راغب اصفہانی ـ محاضرات ـ

حدثنا ابن ابی مریم عن ابی عن ابی الاسود عن عروۃ عن عائشۃ قالت کانت سورۃ الاحزاب تقرأ فی زمان النبی مائتی آیۃ فلما کتب عثمان المصاحف لم یقدر منها الا علی ما ھو الآن۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جناب رسولخدا کے زمانہ میں سورۃ الاحزاب کی دو سو آیتیں پڑھی جاتی تھیں مگر جب عثمان نے قرآن لکھوائے تو ان کو صرف اتنی ہی مل سکیں کہ جتنی اب ہیں۔

آیت رجم قرآن شریف کا حصہ ہے مگر موجودہ قرآن میں نہیں ہے۔

صحیح بخاری :ـــ الجزء الرابع باب رجم الحبلی ص ۱۱۹ و مسند امام احمد حنبل الجزء الاول ۲۳، ۴۰۷، ۵۵ الجزء الخامس ص ۱۳۲، ۱۸۳ ـ در منثور ۔۔۔

الجزء الخامس ص ۱۸۰ و تفسیر اتقان الجزء الاول ص ۵۸ ۔ موطائے امام مالک و محاضرات امام راغب، فتح الباری ابن حجر عسقلانی، سورہ الخلع و سورۃ الحفد موجودہ قرآن شریف میں یہ دونوں سورتیں موجودہ نہیں ہیں لیکن ان بزرگواروں کا اعتقاد ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن شریف کا جزو ہیں اور خدا تعالیٰ کا کلام ہیں لیکن حضرت عثمان کو نہ مل سکیں۔ جلال الدین سیوطی نے ان دونوں سورتوں کو مکمل اپنی کتاب الدر المنثور میں لکھا ہے اور ان کی تفسیر بھی کی ہے۔

جلال الدین سیوطی :۔ کتاب الدر المنثور الجزء السادس ص ۴۲۰ و ۴۲۱

" تفسیر اتقان الجزء الاول النوع التاسع فی عدد سورہ و آیاتہ و کلماتہ و حروفہ ص ۶۵ کے اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم وہ تمام حوالے اور کتابوں کے نام لکھتے جن میں ان دونوں سورتوں کا قرآن عبد اللہ ابن مسعود و ابی بن کعب، و ابن عباس میں موجود ہونا بیان کیا ہے، ابو موسیٰ اشعری بھی ان سورتوں کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اور حضرت علیؑ نے یہ دونوں سورتیں عبد اللہ غافقی کو تعلیم کی تھیں جیسا کہ کتاب الدر المنثور میں یہ سب درج ہیں۔

اور کئی سورتیں اور آیات غائب اور ضائع شدہ بیان کی جاتی ہیں مگر اس کی تفصیل ہمارے موضوع سے باہر ہے۔ ہاں یہ ثابت کرنا ہمارے ذمے ہے کہ خود ان بزرگوں کے مطابق قرآن شریف میں صحابہ کے بہت مثالب مصائب بیان کئے گئے تھے اور حضرت علیؑ کے بہت سے فضائل تھے جو جامع قرآن کمیٹی نے خارج کر دیے چنانچہ سورۂ توبہ کی نسبت لکھتے ہیں۔

اخرج ابن ابی شیبہ والطبرانی	ابن ابی شیبہ و ابو الشیخ و حاکم و ابن
فی الاوسط و ابو الشیخ والحاکم	مردویہ اور طبرانی نے اوسط میں اپنے اپنے
وابن مردویہ عن حذیفہ	استاد کے ساتھ حذیفہ سے روایت